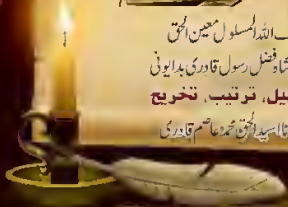


تاریخی فتاویٰ میلاد



سیف اللہ المسلمول معین الحق
مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
تسہیل، ترقیب، تخریج
مولانا سید الحق محمد عاصم قادری



شکر یہ

ہم عزت مآب محترم علامہ اسید الحق عاصم قادری
دامت برکاتہم العالیہ کے نہایت ممنون ہیں کہ انھوں نے یہ کتاب
انٹرنیٹ پر پبلش کرنے کے لئے ہمیں عنایت فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ
ان کے اس تعاون پر ان کو اجر کثیر عطا فرمائے اور قبلہ علامہ صاحب کے
فیوضات و برکات و درجات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی
الامین ﷺ

نفس اسلام ویب سٹیم

www.nafseislam.com

اختلافی مسائل پر

تاریخی فتویٰ

سیف اللہ المسلمول معین الحق مولانا شاہ
فضل رسول قادری
بدایونی

ترجمہ، ترتیب، تخریج

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلہ مطبوعات (۴۴)

Tarekhi Fatwa

By : Maulana Shah Fazle Rasool Qadri Budauni

- عنوان کتاب : اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ
مصنف : سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی
ترجمہ، ترتیب، تخریج : مولانا اسید الحق قادری
طبع اول (فارسی) : مطبع مفید الخلاق دہلی، جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ
طبع جدید : ستمبر ۲۰۰۹ء / رمضان ۱۴۳۰ھ
قیمت :

رابطے کے لیے

Madrssa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor

Maktaba Jam-e-Noor
422, Matia Mahal,
Jama Masjid, Delhi-6

Publisher

Tajul Fahool Academy
Budaun

انتساب

مصنف کے جد محترم

حضرت مولانا شاہ عبدالحمید قادری بدایونی

(ولادت ۱۱۵۲ھ وفات ۱۲۳۳ھ)

کے نام

اسید الحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے
مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ
بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جا رہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر
کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح و ارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی
ترہیت اور سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لیے آپ کی جدوجہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد
سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ
ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کلامی، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب
ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک و احتشام سے ”پچاس
سالہ جشن“ منایا جائے، لیکن صاحبزادہ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ
بدایوں) نے فرمایا کہ ”اس جشن کو ہم ’جشن اشاعت‘ کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادہ
قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب و تاب اور موجودہ تحقیقی و اشاعتی معیار کے مطابق
شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ پچاس سالہ جشن یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ
میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو۔“ لہذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت و سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی کی
نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس
اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ۲ سال کے عرصہ میں ۲۷ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، اب تاج الفحول
اکیڈمی مزید ۸ کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (آستانہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا
فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو
بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

حرفِ آغاز

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں سیف اللہ المسلمول کا یہ تاریخی فتویٰ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہی ہے۔ اکابرین بدایوں کا وہ علمی سرمایہ جو گزشتہ ایک صدی سے بعض مخصوص کتب خانوں کی زینت تھا اب ایک جامع منصوبے کے تحت جامع شریعت و طریقت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں) مدظلہ العالی کی فعال قیادت، معارف پروری اور مخصوص دعاؤں کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ جدید آب و تاب کے ساتھ منظر عام پر آ رہا ہے۔ تاج الفحول اکیڈمی کا کارواں سبک خرای کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے، رب قدیر اس کے تمام منصوبوں کو بحسن و خوبی پایہ تکمیل کو پہنچائے (آمین)۔

زیر نظر رسالہ سیف اللہ المسلمول کا وہ تاریخی فتویٰ ہے جسے آپ نے ہندستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استفتا کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ فتوے میں موجود علمی مباحث کی اہمیت اپنی جگہ مگر تاریخی حیثیت سے بھی یہ فتویٰ اس لیے اہم ہے کہ یہ ایک فرماں روا کے استفتا کے جواب میں تحریر کیا گیا اور یہ اس وقت کے اکابر اور جید علما کی تصدیق و تائید سے مزین ہے۔

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے کے غیر منقسم ہندستان کا تصور کریں معقول و منقول، تصوف و روحانیت اور علم ظاہر و باطن کے ایسے ایسے اساطین نظر آئیں گے کہ رہتی دنیا تک زمانہ ان پر ناز کرے گا۔ برصغیر کے علمی مرکز فرنگی محل کا شمس فضل و کمال دائرۃ نصف النہار پر تھا، خیر آبادی

درسگاہ اپنے عہد شباب میں تھی، دار الخلافت دہلی میں تو اہل فضل و کمال کی ایسی انجمن آباد تھی کہ پھر چشم فلک نے اس کے بعد اہل علم و فن کا ایسا اجتماع کبھی نہ دیکھا۔ مولانا عبدالوالی فرنگی محلی، مفتی نعمت اللہ فرنگی محلی، مولانا ولی اللہ فرنگی محلی اور مولانا عبدالحمید فرنگی محلی خانوادہ فرنگی محل کی علمی وراثت کی نمائندگی کر رہے تھے، استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے پورے علمی جاہ جلال کے ساتھ رونق افروز تھے۔ مولانا حیدر علی فیض آبادی (مصنف منتہی الکلام) مفتی عنایت احمد کا کوروی اور حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی اپنے علمی فیضان سے زمانے کو سیراب کر رہے تھے، دہلی میں مفتی صدر الدین آزاد صدر الصدور دہلی انجمن علم و ادب کی شمع فروزاں تھے اور خود شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ مخصوص اللہ دہلوی مدرسہ رحیمہ کی مسند درس پر جلوہ افروز تھے اور علم و فن کے دریا بہا رہے تھے۔ خدا نخواستہ ان اساطین علم و فن کی تنقیص یا تخفیف مقصود نہیں ہے مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ مختلف فیہ اور متنازع مسائل میں جب حکم شرعی معلوم کرنا ہوا تو بادشاہ وقت کی نگاہ نے کسی ایسی شخصیت کی تلاش کی ہوگی جو علم و تحقیق کی گہرائی کے ساتھ ساتھ علما اور عوام دونوں میں یکساں طور پر پایہ اعتبار و استناد رکھتی ہو تاکہ اس کی رائے اس سلسلے میں قول فیصل قرار پائے، اس کے لیے پورے ہندستان میں طواف کرنے کے بعد بادشاہ وقت کی نگاہ انتخاب ایک ایسی شخصیت پر جا کر ٹھہرتی ہے جو مسند درس اور بوریہ فقر دونوں کو بیک وقت زینت بخش رہی تھی، یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر بادشاہ اس ذات میں اپنے مطلوبہ تمام اوصاف نہ دیکھ لیتا تو نواب استقامت جنگ کو ہرگز آپ کی بارگاہ میں استفتاء لے کر نہ بھیجتا۔ اس پہلو سے اگر اس فتوے کو دیکھا جائے تو اس حقیقت کا ادراک زیادہ مشکل نہیں کہ اپنے معاصر علما میں سیف اللہ المسلمول کس بلند رتبہ اور ممتاز مقام کے حامل تھے۔ ذلک فضل اللہ ہوتیہ من یشاء

اس فتوے کے سلسلہ میں حضرت کے سوانح نگار مولانا ضیاء القادری اکمل التاریخ میں لکھتے

ہیں:

حضرت اقدس کی تصانیف مطبوعہ مشہورہ اور غیر مطبوعہ کے علاوہ ایک فتویٰ

ہے جس کو ہندوستان کے آخری اسلامی تاجدار، خاتم السلاطین ہند، حضرت
 ظل سبحانی، سلالہ دودمان تیموریہ، خلاصہ خاندان مغلیہ، سلطان ابن
 السلطان خاقان ابن خاقان ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہِ غازی
 جنت آشیانی نے دہلی سے بہ کمال حسن عقیدت آپ کی خدمت اقدس میں
 بھیجا تھا۔ یہ استغنا بارگاہِ سلطانی سے نواب معلی القاب علاء الدولہ یحییٰ
 الملک سید محی الدین خان بہادر استقامت جنگ خلف الصدق جناب اعظم
 الدولہ معین الملک محمد منیر خان بہادر بدایوں لے کر آئے۔ حضرت اقدس
 کی خدمت میں شاہانہ آداب کے ساتھ خریطہ سلطانی پیش کیا آپ نے
 شاہی مہمان کو دور ویشانہ میزبانی کے ساتھ ٹھہرایا اور فوراً جواب استغنا مرتب
 فرمایا۔ دہلی کے تمام اکابر علمائے اعلام نے تصحیح و تصدیق کی مہریں کر دیں
 فرمان سلطانی سے یہ فتویٰ ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۸ھ میں دار الخلافت
 شاہجہان آباد محلہ زینب باڑی مطبع مفید الخلاق میں مطبوع ہوا۔

(اکمل التاریخ، ج ۲/ ص ۱۵۳)

جیسا کہ مذکور ہوا کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے مطبع مفید الخلاق دہلی سے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوا۔
 مولانا ضیاء القادری کی کتاب اکمل التاریخ ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوئی اس میں انھوں نے پورا فتویٰ
 نقل کر کے اس کو محفوظ کر دیا۔

۱۹۷۰ء - ۱۹۸۰ء کے درمیانی برسوں میں حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری
 بدایونی کے دامن سے وابستہ اور ان کے خاص مرید و خادم ڈاکٹر شیخ علیم الدین قادری قدیری نے
 اس فتوے کا اردو ترجمہ کر کے اپنے قائم کردہ ادارہ مدینۃ العلم کلکتہ سے شائع کیا اور بعد میں یہی
 ترجمہ ماہنامہ مظہر حق بدایوں اور پاکستان کے کچھ رسائل میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ
 سلیس اور عمدہ تھا مگر اس کو اب ۳۰ برس گزر گئے، لہذا بعض وجوہات کی بنیاد پر اسے
 ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، راقم الحروف نے اپنی کم علمی کے باوجود فارسی کو اردو کا جامہ

پہنانے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ مصنف رسالہ نے جہاں علما کی عربی عبارات لکھنے کے بجائے صرف فارسی ترجمہ لکھنے پر اکتفا کیا تھا، اب اصل کتابوں کی طرف رجوع کر کے ساتھ میں عربی عبارات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اور حتی الامکان آیات، احادیث اور عبارتوں کی تخریج بھی کر دی گئی ہے، اب جدید آب و تاب کے ساتھ ۱۶۲ سال پرانا یہ فتویٰ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

بت سازی۔ یہاں ایک غلط فہمی کی وضاحت بھی ضروری ہے، جو اس فتوے کے ایک جملے کی وجہ سے بعض اذہان میں پیدا ہو گئی ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے استفتاء میں دو سوال یہ بھی تھے کہ ایک شخص کہتا ہے ”تعزیہ کو قصد آیا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی کو دیکھنے اور دسہرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگرچہ بغیر ارادے کے ہو، ایسے قائل کا کیا حکم ہے؟“

سوال کو دوبارہ غور سے پڑھیں قائل یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ تعزیہ دیکھنا اور دسہرے میں جانا حرام ہے بلکہ وہ اس کو کفر کہہ رہا ہے، اہل علم تو اہل علم ایک عام آدمی بھی حرام اور کفر کے درمیان فرق کو خوب سمجھتا ہے۔ اس فرق کو نگاہ میں رکھ کر اب حضرت کا جواب ملاحظہ کریں:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق و تکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہذا ہر گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر محصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔

قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو، قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعزیہ کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے

کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ چاند سورج دیکھنا، گنگا جمنہ کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا بھی کفر ہو۔ اس کے بعد سوال میں موجود دوسرے کے تعلق سے یہ وضاحت کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کے تیوہاروں میں شرکت اگر تعظیماً ہو اور ان کے کفریہ اعمال میں موافقت کرے تو کفر ہوگا ورنہ کفر نہیں ہے۔ اس کے لیے آپ نے طحاوی اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے۔

فرماتے ہیں:

ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحاوی میں ہے کہ ”آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے“۔ عالمگیری میں ہے کہ ”اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے، اسی طرح اس دن مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی بدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر ہو جائے گا اگرچہ حقہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی“۔

اس کے بعد آپ نے صحیح بخاری اور فتح الباری سے اس بات کو مزید مدلل کیا ہے۔ اس ضمن میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ جزیہ نقل کیا کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب محیط سے یہ جزیہ نقل کیا کہ کسی مسلمان کا کسی ذمی کے یہاں عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد بتوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے ایک عبارت نقل کی جس کے آخر میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ”بت اور صلیب بنانا حرام ہے“۔ اس سے صاف

ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ عمل کفر نہیں ہے، چونکہ استغنا میں تعزیہ دیکھنے اور دسہرے میں جانے کو حرام نہیں بلکہ کفر کہا گیا تھا اس لیے پوری بحث کرنے کے بعد اب اس قائل کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بہ بیند کہ ساختن بت کفر نیست و در جواز بیع آن تفصیل علی لا اختلاف و
مزدوری ساختن بت خانہ و برافروختن ناریہ معبد مجوس جائز و دیدن تعزیہ
بالقصد یا بلا قصد کفر؟

دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید و فروخت کے جواز
میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی مزدوری اور مجوسیوں کے
عبادت خانے کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصد یا بلا قصد دیکھنا
کفر ہو؟

یہ اتنی صاف شفاف بحث ہے کہ اس میں کسی ذی شعور انصاف پسند کو اشکال نہیں ہوگا اور پھر
اس میں مصنف نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ معتبر کتب کے حوالے سے کہا
ہے مگر براہو تعصب و تنگ نظری کا کہ بعض نام نہاد محققین نے اس پر حاشیہ آرائی کر کے کیا سے کیا
بنا دیا۔

دیوبندی مکتبہ فکر سے وابستہ معاصر قلم کار ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے ”مطالعہ بریلویت“
کے نام سے سات جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے، اس میں موصوف نے کئی جگہ مولانا فضل
رسول بدایونی اور ان کے اخلاف پر بھی کرم فرمائی کی ہے۔ ان کے ایک بے بنیاد الزام کا تنقیدی
اور تحقیقی جائزہ ہم اپنی کتاب ”تذکرہ ماجد“ میں پیش کر چکے ہیں۔ ان کی باقی مہربانیوں کا حساب
بے باق کرنا بھی ہمارے اوپر قرض ہے۔ سردست ہم ڈاکٹر صاحب کی اس خامہ فرسائی پر کچھ
عرض کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق زیر نظر فتوے سے ہے، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

ہندو بت پرست تھے اور ابھی پنڈت دیانند نے آریہ سماج کی تحریک
شروع نہ کی تھی اور مسلمانوں کو بتوں سے بہت نفرت تھی اور وہ کبھی بتوں

اور مندروں کے قریب نہ پھٹکتے تھے، ہندو چاہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کے ذہنوں سے بتوں کی نفرت اتاری جائے، اچانک یہ مسئلہ کھڑا کر دیا کہ بت بنانا کفر ہے یا نہیں؟ اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ (رجیمیہ) کی طرف رخ نہ کیا گیا، ان علما کی تلاش کی گئی جو ان محدثین دہلی کے خلاف مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی مسند سنبھالے ہوئے تھے۔ مولانا فضل رسول بدایونی ان کے سرخیل تھے اور حضرت اسماعیل شہید کے خلاف متعدد کتابیں ”سیف الجبار“ وغیرہ لکھ چکے تھے، آپ نے فتویٰ دیا جسے مفید الخلاق پریس شاہ جہاں آباد نے ۱۲۲۸ھ میں بڑی آب و تاب سے شائع کیا: ”عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں“ دیکھئے مولانا نے ہندو ازم کو کس گھاؤ نے انداز میں سہارا دیا، مسلمانوں کو بتوں کے نام سے نفرت تھی وہ اسے ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرتے تھے، چہ جائے کہ بنانا، مگر مولانا نے مسلمانوں کے ذہن سے بتوں کی نفرت کو کم کرنے کے لیے ایک عجیب فقہی سہارا لیا۔

(مطالعہ بریلویت ج ۳/ ص ۱۱۵، ۱۱۶، حافظی بک ڈپو دیوبند)

اس اقتباس میں جس طرح تاریخی حقائق کو مسخ کیا گیا ہے وہ مسلکی دُعا و تعصب کی ایک عبرت انگیز مثال ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے ایسا لگ رہا ہے کہ یہ سوال ہندوؤں نے کیا تھا جب کہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ یہ استغنا مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا تھا، پھر یہ کہ بت بنانے کے سلسلہ میں کوئی سوال کیا ہی نہیں گیا تھا، آپ دیکھ چکے کہ یہ بات ضمناً آگئی ہے، اصل استغنا میں اس تعلق سے کوئی سوال نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فتوے سے جو ایک جملہ نقل کیا ہے کہ ”عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں؟“ اس میں لفظ ”عبادت کے لیے“ اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اصل فتوے میں اس لفظ کا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ ”اس فتوے کے لیے دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ کی طرف رخ نہ کیا گیا بلکہ محدثین دہلی کے مخالف علما کو تلاش کیا گیا“ تاریخ

کی اس ستم ظریفی کو کیا کہا جائے کہ (بقول ڈاکٹر صاحب) ”ہندو ازم کو گھٹاؤ نے انداز میں سہارا دینے والے“ اس فتوے کی تائید و تصدیق کرنے والے علما میں آدھے سے زیادہ علما ”دہلی کے پرانے علمی مرکز مدرسہ رحیمہ“ کے فارغ التحصیل اور ”محدثین دہلی“ کی درس گاہ کے فیض یافتہ ہیں، مثال کے طور پر (۱) مفتی صدر الدین آزرہ تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۲) مولانا حیدر علی فیض آبادی تلمیذ شاہ رفیع الدین دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۳) مولانا احمد سعید نقشبندی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۴) مولانا کریم اللہ دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۵) مولانا حکیم امام الدین تلمیذ مولانا فضل حق خیر آبادی تلمیذ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۶) مولانا فرید الدین دہلوی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہ (دیکھیے: نزہۃ الخواطر و تذکرۃ علماۓ ہند از رحمان علی)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَجْرُ مِنْكُمْ شَنْآنٌ قَوْمَ عَلِيٍّ اِنْ لَا تَعْدِلُوْا اَعْدِلُوْا هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوٰی
کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس حد تک نہ لے جائے کہ تم نا انصافی کرو،
(بلکہ) ہمیشہ عدل کرو کہ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور کرم فرما ڈاکٹر ابو عدنان سہیل صاحب نے اپنی کتاب ”بریلویت طلسم، فریب یا حقیقت“ میں داد تحقیق دی ہے، پہلے انھوں نے الفاظ کی تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ بلا حوالہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی مذکورہ عبارت نقل کی ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:

اس بت کدہ ہند میں سیکڑوں سال تک شان سے حکومت کرنے والے مسلمانوں کو روزی روٹی حاصل کرنے کے بہانے بت خانے بنانے کی ترغیب دینے کا یہ فتویٰ کہ ”عبادت کے لیے بت بنانا کفر نہیں“ جہاں ان کی دینی غیرت کے لیے ایک تازیانہ ہے اور عقیدہ توحید کے ساتھ ایک سنگین مذاق، وہاں ہندومت کی تائید و توثیق اور اس کے احیاء کے

لیے مولانا فضل رسول بدایونی کی فکر اور درپردہ اسلام کے خلاف ان کے پوشیدہ عزائم کی بھی صاف نشان دہی کرتا ہے۔

(بریلویت طلسم فریب یا حقیقت، ص: ۳۶۰، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند)

(۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر سہیل صاحب نے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی تحقیق پر اپنی طرف سے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ:

”اس کے لیے محدثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمیہ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے خاندان ولی اللہ کے کٹر دشمن اور ابوالفضل فیضی کے مداح مولانا فضل رسول بدایونی کو تلاش کیا گیا اور انھوں نے ہندو ازم کی تائید میں یہ فتویٰ دے ڈالا۔“

(مرجع سابق ص ۳۵۹)

مولانا فضل رسول بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح ثابت کرنے کے لیے ڈاکٹر سہیل نے یہ دلیل دی کہ:

”مولانا فضل رسول بدایونی کے بیٹے عبدالقادر بدایونی کے بارے میں یہ تاریخی شہادت ملتی ہے کہ انھوں نے اپنی دینی تعلیم آگرہ میں ابوالفضل اور فیضی کے قائم کردہ انھیں اداروں میں حاصل کی تھی، چنانچہ واحد یا رخاں اپنی کتاب ”ارض تاج“ میں آگرہ کی مشہور شخصیات کے بارے میں لکھتا ہے: ابوالفضل اور فیضی اسی اجڑے دیار کے باشندے تھے، عبدالقادر بدایونی نے آگرہ ہی میں تحصیل علم کیا۔“

(مرجع سابق ص ۳۵۹)

ڈاکٹر سہیل صاحب کی اس عجوبہ روزگار ”تاریخی شہادت“ پر کچھ عرض کرنے سے پہلے ہم ڈاکٹر سہیل صاحب اور ان کی اس کتاب کے بارے میں کتاب کے مقدمہ نگار اور دارالعلوم

دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمن صاحب کی رائے پر بھی ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں، مولانا مرغوب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

یہ کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ یہ کسی مولوی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک دانشور کی محنت ہے، جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہے۔
(مرجع سابق، ص: ۱۴)

ہمیں افسوس ہے کہ ایک ”دانشور“ نے ”کوہ کنی“ کر کے جو تاریخی گوہر برآمد کیا ہے اس پر تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی تعجب کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ یہ بات تاریخی طور پر بالکل بے بنیاد ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو آگرہ تحصیل علم کے لیے بھیجا۔ اپنے تعلیمی مراحل کے کسی بھی دور میں مولانا عبدالقادر بدایونی کا آگرہ سے کوئی تعلق نہیں رہا، بلکہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالقادر بدایونی کو ”محمد ثین دہلی کے پرانے مدرسے مدرسہ رحیمہ“ کے سند یافتہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے خاص شاگرد استاذ مطلق مولانا فضل حق خیر آبادی کی بارگاہ میں تحصیل علم کے لیے بھیجا تھا۔ واحد یار خاں نے جن عبدالقادر بدایونی کا ذکر کیا ہے وہ مولانا فضل رسول بدایونی کے صاحبزادے نہیں بلکہ مشہور مؤرخ اور اکبر کے فتنہ دین الہی کے خلاف احقاق حق کرنے والے عظیم مجاہد ملا عبدالقادر بدایونی ہیں، جن کی وفات کے ۲۳۲ برس بعد مولانا فضل رسول بدایونی اس دنیا میں تشریف لائے۔ ملا عبدالقادر کی پیدائش ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء اور وفات ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں ہوئی۔ ملا عبدالقادر کے تمام سوانح نگاریہ بات لکھتے ہیں کہ انھوں نے آگرہ میں تحصیل علم کی تھی، مگر ملا عبدالقادر بدایونی کو ابوالفضل اور فیضی کا مداح یا ان کے افکار و خیالات سے متاثر وہی شخص قرار دے سکتا ہے جو علم و تاریخ سے بالکل نابلد ہو، اگر کوئی ایسا دانشور جس نے تلاش حق میں کوہ کنی کی ہو یہ بات لکھے تو تاریخ اور علم و تاریخ کی مظلومیت پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔

ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور زمانہ کتاب ”منتخب التواریخ“ عہد اکبری کے سلسلہ میں ایک

بنیادی اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح ملا عبد القادر بدایونی نے ابوالفضل اور فیضی کی حقیقت عالم آشکارا کی ہے، نیز ملا عبد القادر وہ مرد مجاہد ہے جس نے برسرِ دربار بادشاہ جلال الدین اکبر کے روبرو اس کے دین الہی کی مذمت کر کے اس حدیث پاک کا عملی نمونہ پیش کر دیا کہ ”ظالم بادشاہ کے روبرو کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے“، مگر یہ سب تاریخی حقائق اہل علم و انصاف کے لیے ہیں اگر کوئی دانشور قسم کھالے کہ میں تمام تاریخی تحقیقات سے منہ موڑ کر خود ہی تلاش حق میں کوہ کئی کروں گا تو اس کے لیے سوائے دعاے صحت کے اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔

اس کتاب میں ڈاکٹر سہیل صاحب نے مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب البوارق الحمدیہ اور تصحیح المسائل کے دو حوالے دیے ہیں، ان میں بھی صورت حال زیادہ مختلف نہیں ہے، ان دونوں عبارتوں کی وضاحت اور ڈاکٹر صاحب کی تحقیق پر تنقید و تبصرہ ہم کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

رب قدیر و مقتدر ہمیں ہر حال میں حق بولنے، حق سمجھنے اور حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اسید الحق قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

۷ ستمبر ۲۰۰۹ء

☆☆☆

تعارف مصنف

از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

لاہور پاکستان

آپ معقول و منقول کے جامع اور شریعت و طریقت کے شیخ کامل تھے۔ عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ خلق خدا کے جسمانی و روحانی امراض کے علاج میں صرف کیا۔ ان گنت افراد آپ سے فیضیاب ہوئے، اس کے علاوہ تحریر و تقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لیے قابل قدر کوششیں کیں۔

اس دور میں کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ”کتاب التوحید“ سے بری طرح متاثر ہو گئے اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہم کے مسلک سے منحرف ہو کر فتنہ نجدیت کو پھیلانے میں بڑے زور و شور سے مصروف ہو گئے۔ اس فتنے کے سد باب کے لیے علمائے اہل سنت نے اپنی اپنی جگہ قابل قدر کوششیں کیں، جن میں استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزادے مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ دہلوی، مولانا منور الدین دہلوی (مولانا ابوالکلام آزاد کے والد کے نانا) اور معین الحق شاہ فضل رسول القادری وغیرہم نے نمایاں طور پر احقاق حق کا فریضہ ادا کیا۔ بے شمار سادہ لوح

مکتبہ رضویہ لاہور نے ۱۹۷۲ء میں سیف الجبار شائع کی تھی، علامہ شرف صاحب نے یہ تعارف بطور مقدمہ اس کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ تعارف بہت جامع ہے، اس لیے نیا تعارفی مضمون لکھنے کے بجائے میں نے اسی کو شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ (اسید الحق)

مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ فرمایا اور لاتعداد افراد کو راہِ راست دکھائی۔ مولوی محمد رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

”بالخصوص ہنگامِ اقامت ملکِ دکن میں وہابیہ و شیعہ بکثرت آپ کے دستِ مبارک پر تائب ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور نیز جماعتِ کثیرِ مشرکین کو آپ کی ہدایت و برکت سے شرفِ اسلام حاصل ہوا تمام مشائخِ کرام و علمائے عظامِ بلادِ اسلام کے آپ کو آپ کے عصر میں شریعت و طریقت کا امام مانتے ہیں“۔ (۱)

آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کی طرف سے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا شاہ عین الحق عبد المجید قدس سرہ العزیز (م: ۱۲۶۳ھ) کے ہاں متواتر صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، لہذا آپ کی والدہ ماجدہ بہ کمالِ اصرار کہا کرتی تھیں کہ ”مرشدِ برحق شاہ آل احمد اچھے میاں مار ہر وی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں نرینہ اولاد کی دعاء کے لیے گزارش کریں“، لیکن شاہ عین الحق پاسِ ادب کی بنا پر ذکر نہ کرتے۔ جب حضرت شاہ فضل رسول کی ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ (۲)

چنانچہ ماہِ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ/ ۹۹-۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ (۳) حضرت اچھے میاں کے ارشاد کے مطابق آپ کا نام فضل رسول رکھا گیا اور تاریخی نام ظہور محمدی منتخب ہوا۔ (۴)

صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا عبد الحمید سے اور کچھ والد ماجد مولانا شاہ عبد المجید

۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الاولیاء، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء/ ص: ۲۵۵

۲۔ ایضاً: ص: ۲۵۰

۳۔ رحمن علی، تذکرہ علماء ہند: (اردو) مطبوعہ کراچی، ص: ۲۸۰

۴۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۵۰ (نوٹ) تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی میں تاریخی نام ظہور محمد غلط لکھا ہے کیونکہ اس کے مطابق سن ولادت ۱۲۰۳ھ ہونا چاہیے، تاریخی نام ظہور محمدی ۱۲۱۳ھ ہے۔

سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے پایادہ لکھنؤ کا سفر کیا اور فرنگی محل لکھنؤ میں ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد مولانا نورالحق قدس سرہ (م: ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے خاندانی عزت و عظمت اور ذہانت کے پیش نظر اپنی اولاد سے زیادہ توجہ مبذول فرمائی، حتیٰ کہ آپ چار سال میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے۔ (۵)

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہور اللہ فرنگی محلی اور دیگر اہل علم کی موجودگی میں رسم دستار بندی ادا کی اور وطن جانے کی اجازت دی۔ (۶) وطن آ کر مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ حضور اچھے میاں آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دے کر فرمایا: ”اب فن طب کی تکمیل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذات سے ہر طرح کا دینی و دنیاوی فیض جاری کرنا منظور ہے۔“ چنانچہ آپ نے دھولپور میں حکیم بہر علی موہانی سے طب کی تکمیل کی۔

ابھی آپ دھول پور ہی تھے کہ حضور اچھے میاں قدس سرہ کے انتقال پر ملال کا سانحہ پیش آ گیا۔ وصال سے قبل تنہائی میں شاہ عین الحق عبد المجید قدس سرہ کو طلب فرما کر طرح طرح کی بشارتوں سے نوازا اور شاہ فضل رسول قادری کے دست شفا کی مبارک باد دی (۷)۔

والد ماجد کے بلانے پر دھول پور سے واپس وطن پہنچے اور مدرسہ قادریہ کی بنیاد رکھی، جہاں سے اہل شہر کے علاوہ دیگر بلاد کے لوگوں نے بھی فیض حاصل کیا، پھر صلہ رحمی کے خیال سے ملازمت کا ارادہ کیا۔ ریاست بنارس وغیرہ میں قیام کیا، لیکن درس و تدریس کا سلسلہ کہیں منقطع نہ ہوا۔

اس عرصے میں کئی بار والد ماجد کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، ہر دفعہ معاملہ دوسرے وقت پر ٹال دیا جاتا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیاوی تعلق ختم نہیں

۵۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۱

۶۔ ماہنامہ پاسان، الد آداب امام احمد رضا نمبر (مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء، ص: ۳۸)

۷۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الواصلین، ص: ۲۵۱

کیا جاتا، حصول مقصد میں تاخیر رہے گی، چنانچہ تعلقات دنیاویہ ختم کر کے حاضر ہوئے اور حصول مدعا کی درخواست کی والد ماجد نے قبول فرما کر ”فصوص الحکم شریف“ اور ”مثنوی مولانا روم“ کا بالاستیعاب درس دیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اکثر اوقات ہولناک جنگلوں میں گزارتے کئی سال تک یہ حالت رہی پھر جا کر سلوک کی طرف رجوع ہوا (۸)۔

آپ کو والد گرامی کی طرف سے سلسلہ عالیہ قادریہ کے علاوہ سلسلہ چشتیہ، نقشبندیہ، ابوالعلائیہ اور سلسلہ سہروردیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی تھی۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر معکف تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ کی زیارت کا شوق ایسا غالب ہوا کہ سفر کے خرچ کی فکر کیے بغیر پیادہ پا بمبئی روانہ ہو گئے۔ دو ماہ کا سفر تائید ایزدی سے اس قدر جلد طے ہوا کہ آپ ساتویں دن بمبئی پہنچ گئے حالانکہ زخموں کی وجہ سے کچھ وقت راستے میں قیام بھی کرنا پڑا۔

بمبئی سے سفر مبارک کی اجازت حاصل کرنے کے لیے والد ماجد کی خدمت میں عریضہ لکھا انھوں نے بہ کمال خوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ حرمین شریفین پہنچنے کے بعد عبادت و ریاضت کے شوق کو اور جلا ملی۔ شب و روز یاد الہی میں بسر کیے اور خلق خدا کی خدمت کے لیے پوری طرح کمر بستہ رہے۔

مولوی رضی الدین بدایونی لکھتے ہیں:

”جو کچھ ریاضتیں آپ نے ان اماکن متبرکہ میں ادا فرمائیں بجز قدماء اولیاء کرام کے دوسرے سے مسموع نہ ہوئیں۔ حرمین شریفین کی راہ میں پیادہ پا سفر فرمایا اور یتیموں مسکینوں کے آرام پہنچانے میں اپنے اوپر ہر قسم کی تکلیف گوارا کی“ (۹)۔

اسی مبارک سفر میں حضرت شیخ مکہ عبداللہ سراج اور حضرت شیخ مدینہ عابد مدنی سے علم تفسیر و

۸۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۵۲

۹۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۵۳

حدیث میں استفادہ کیا، اسی سال کامل جذب و ارادت سے بغداد شریف حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔ درگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف حضرت سید علی گیلانی نے آپ کو از خود اجازت و خلافت مرحمت فرمائی (۱۰) اور ان کے بڑے صاحبزادے حضرت سید سلمان نے آپ کے تلمذ کا شرف حاصل کیا اور اجازت حاصل کی (۱۱)۔

جب آپ واپس وطن پہنچے تو والد ماجد ۸۰ سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد فرما کر بمقام بڑودہ پہنچ چکے تھے، حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس عمر میں آپ نے اس قدر طویل سفر کا ارادہ فرمایا ہے۔ لہذا میں مفارقت گوارا نہیں کر سکتا۔ وہیں سے والدہ ماجدہ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اجازت طلب کی اور والد ماجد کے ساتھ پھر سوئے حرمین شریفین روانہ ہو گئے اس سفر میں عبادات و ریاضات کے علاوہ والد مکرم کی خدمت کا حق ادا کر دیا اور ان کی دعاؤں سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔ (۱۲)

مولانا کی ذات والا صفات مرجع انا تھی ان کے پاس کوئی علاج معالجے کے لیے آتا اور کوئی مسائل شریعت دریافت کرنے حاضر ہوتا، کوئی ظاہری علوم کی گھٹیاں سلجھانے کے لیے شرف باریابی حاصل کرتا تو کوئی باطنی علوم کے عقدے حل کرانے کی غرض سے دامن عقیدت و شرف حاصل کرتا۔ غرض وہ علم و فضل کے نیر اعظم اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے، جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹتے تھے، وہ ایک شمع انجمن تھے جن سے ہر شخص اپنے طرف اور ضرورت کے مطابق کسب ضیا کرتا تھا۔

ذیل میں وہ استثناء نقل کیا جاتا ہے جو ہند کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دربار سے بعض اختلافی مسائل کی تحقیق کے لیے مولانا شاہ فضل رسول قادری کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا،

۱۰۔ رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند: مطبوعہ کراچی، ص: ۳۸۰

۱۱۔ محمد رضی الدین بدایونی، تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۵۳

۱۲۔ ایضاً

اصل استفتاء، طویل اور فارسی میں ہے، لہذا اختصار کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو یہ کہتا ہے کہ دن متعین کر کے محفل میلاد شریف منعقد کرنا گناہ کبیرہ ہے اور محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے اور فاتحہ کرنا طعام و شیرینی پر حرام ہے اور اولیاء اللہ سے مراد چاہنا شرک ہے اور حسب قدیم ختم میں پانچ آیتوں کا پڑھنا بدعت سیئہ ہے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے اور کہتا ہے کہ تزییہ کا بالقصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہے اور ہولی دیکھنا اور دسہرے میں سیر کرنا اگرچہ بلا ارادہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت پر طلاق ہو جائے گی اور کعبہ شریف و مدینہ منورہ کے خطہ میں کوئی بزرگی نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس زمین میں ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے باشندگان ظالم ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ سے باہر کیا۔

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کی اقتدا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مسلمانوں کو ان سے بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟ اور شرع شریف کا ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے؟ و نیز ان کے تبعین پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ وفقہ اللہ لما سجدہ و یرضاه۔

محمد بہادر شاہ، بادشاہ غازی، ابو ظفر سراج الدین

حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قادری نے پندرہ صفحات میں تفصیل سے جواب لکھا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو دلائل سے بیان کیا اس فتویٰ پر اجلہ علمائے تصدیق

دستخط فرمائے۔

آپ نے خدمت خلق، عبادت و ریاضت، درس و تدریس، وعظ و تبلیغ کے مشاغل کے باوجود تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ سفر و حضر میں آپ کا ورہائے فیض کمال کے استحضار کے ساتھ جاری رہتا۔ آپ نے اعتقادیات، درسیات، طب اور فقہ و تصوف میں قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

- ۱۔ سیف الجبار
- ۲۔ بدارق محمدیہ
- ۳۔ تصحیح المسائل
- ۴۔ المعتقد المنتقد
- ۵۔ فوز المؤمنین
- ۶۔ تلخیص الحق
- ۷۔ احقاق الحق
- ۸۔ شرح فصوص الحکم
- ۹۔ رسالہ طریقت
- ۱۰۔ حاشیہ میرزا اہد بر رسالہ قطبیہ
- ۱۱۔ حاشیہ میرزا اہد ملا جلال
- ۱۲۔ طب الغریب
- ۱۳۔ تثبیت القدیمین
- ۱۴۔ شرح احادیث ملتقطۃ البواب صحیح مسلم
- ۱۵۔ فصل الخطاب
- ۱۶۔ حرز معظم

چند کتب کا قدرے تفصیلی تعارف -

۱۔ المعتقد المنتقد۔ (عربی) عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب ہے اس میں بعض نئے اٹھنے والے فتنوں کی بھی سرکوبی کی گئی ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ کی فرمائش پر لکھی اس پر بڑے بڑے نامور علما مثلاً مجاہد آزادی استاذ مطلق مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مفتی محمد صدر الدین خاں آزرہ صدر الصدور دہلی، شیخ المشائخ مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی مؤلف فتہی الکلام وغیرہم نے گراں قدر تقریظیں لکھیں اور نہایت پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا حکیم محمد سراج الحق خلف الرشید مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی نے اس پر حاشیہ لکھا اور جب یہ کتاب پٹنہ سے شائع ہوئی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے ”المعتد المستند بناء نجاۃ الابد“ کے نام سے قلم برداشتہ نہایت وقیع حاشیہ تحریر کیا۔

المعتد المنتقد اس لائق ہے کہ اسے درسیات میں شامل کیا جائے۔

۲۔ بوارق محمدیہ المعروف بہ سوط الرحمن علی قرن الشیطان (فارسی)۔ مولوی محمد رضی الدین اس کی تصنیف کا باعث یوں بیان کرتے ہیں:

”بالخصوص رد وہابیہ میں جس قدر بلوغ کوشش بحکم اولیا کرام آپ نے فرمائی وہ مخفی نہیں ہے، چنانچہ جب آپ بمقام دہلی حضرت خواجہ خواجگاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مراقب تھے، عین مراقبہ میں آپ نے دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست مبارک پر اس قدر کتابوں کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آتی ہے، آپ نے عرض کیا کہ اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیہ کا قلع قمع کرو۔ بہ مجرد اس ارشاد مبارک کے آپ نے مراقبہ سے سراٹھایا اور تعمیل ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ میں

کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی۔ (۱۳)

اس کتاب کو علما و مشائخ نے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مولانا غلام قادر بھیروی (۱۳۲۶ھ) نے ”الشوارق الصمدیہ“ کے نام سے خلاصہ و ترجمہ کیا جو عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے، اس کی وقعت اور مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ) نے بھی اسے بطور حوالہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”صاحب بوارق محمدیہ صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں“ (۱۴)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”دور بوارق می نویسد امام احمد وغیرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہم آن

حدیث روایت کرده اند“۔ (۱۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

”این جابر ذکر چند از انفاں متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہ نقل نموده است آنہارا مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اکتفا نموده می آید“۔ (۱۶)

حضور اعلیٰ گولڑوی قدس سرہ نے جابجا بوارق محمدیہ کے حوالہ جات نقل کر کے اور ان پر اعتماد

کا اظہار کر کے اس کی قبولیت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بیان توحید کے لیے بہت سخت زبان استعمال

کی ہے جس کا خود انہوں نے ایک موقع پر اعتراف بھی کیا تھا۔ عقیدہ توحید کی بنیادی حیثیت سے

انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا لیکن ایسا انداز بیان یقیناً قابل تردید ہوگا جس میں شان

۱۴۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ، اعلا کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۳۹۔

۱۵۔ ایضاً ص: ۱۶۳

۱۶۔ ایضاً ص: ۱۹۵

الوہیت کی عظمت کے اظہار کے لیے شان رسالت کو نظر انداز کر دیا جائے اور تنقیص شان کا ارتکاب کیا جائے۔ بتوں کے حق میں وارد ہونے والی آیات کو انبیاء و اولیاء کی ذوات مقدسہ پر چسپاں کیا جائے وہ توحید ہرگز قابل قبول نہیں جو شان رسالت کی تنقیص پر مشتمل ہو۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

”الحاصل ما بین اصنام و ارواح مکمل فرقی ست بین امتیازی ست باہر پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کما فی ”تقویۃ الایمان“ تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع“۔ (۱۷)

ترجمہ: الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے، لہذا ان آیات کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنا جو بتوں کے حق میں وارد ہیں، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے۔

دیگر علماء اسلام کی طرح مولانا شاہ فضل رسول قادری نے بوارق محمدیہ اور سیف الجبار وغیرہ کتب میں تقویۃ الایمان کی اسی قسم کی عبارات پر محض جذبہ دینی کے تحت عالمانہ تنقید کی ہے۔

۳۔ سیف الجبار (اردو) - متعدد دفعہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے، ہماری معلومات کے مطابق آخری دفعہ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے شعبہ تبلیغ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ (۱۸) اس کا تاریخی نام سیف الجبار المسمول علی الاعداء للابراہیم ۱۲۶۵ھ ہے۔ اس میں فقہ مجتہدیت کی ابتدا اس کے پھیلاؤ، حریم شریفین اور دیگر مقامات کے مسلمانوں پر مسجد یوں کے لرزہ خیز مظالم کا تفصیلی نقشہ پیش کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ

۱۷۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ، اعلاہ کلمۃ اللہ: طبع چہارم، ص: ۱۷۱

۱۸۔ ادارہ مظہر حق بدایوں نے ۱۹۸۵ء میں شائع کی اور اب عنقریب تاج الحول اکیڈمی بدایوں جدید آب و تاب اور ضروری تحقیق و تمشیہ کے ساتھ شائع کرنے جا رہی ہے۔ (اسد الحق قادری)

مصنف نے مجدی مظالم کے اثرات پچھتم خود ملاحظہ کیے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”زید یہ مذہب سیدوں ساکن نواح مخا و حدیدہ نے مذہب مجدیہ اختیار کر کے مکان کو فوج سے خالی دیکھ کر پھر تاخت و تاراج کیا اور ہر ایک مکان میں ایک ایک امیر المؤمنین ہو گیا، عجب ظلم برپا کیا۔ راقم نے ۱۲۵ھ میں اسی حال پر چھوڑا“۔ (۱۹)

محمد ابن عبدالوہاب مجدی کے بارے میں مولوی حسین احمد مدنی کی رائے قابل ملاحظہ ہے، لکھتے ہیں:

”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب مجدی ابتدائے تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے کالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی و بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی کالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار اور فاسق شخص تھا“۔ (۲۰)

شاہ فضل رسول قادری نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کو قریب سے دیکھا ان کے عقائد اور عزائم کا بنظر غائر جائزہ لیا، ان کے طور و طریق کو بخوبی جانچا اور پھر ضمیر کی آواز کو بلا کم و کاست تحریر کر دیا۔ فرماتے ہیں:

۱۹۔ مولانا فضل رسول قادری، سیف الجبار ص: ۴۷

۲۰۔ مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب، ص: ۵۰

”فاحشہ رنڈیوں کی بھی پیش کش (نذر) لینے میں تامل نہ تھا، یہاں تک کہ جو فرنگیوں کے گھروں میں تھیں، چنانچہ بنارس کاریزیڈنٹ اگتسن بروگ نام اس کے گھر میں فاحشہ تھی بڑی اختیار والی اور صاحب مقدر و مرید ہوئی اور دس ہزار روپے نذر کیے اور اس کے مرید ہونے سے ریڈیڈنٹ نے بہت خاطر داری کی کہ سید صاحب نے اس کو اپنی بیٹی فرمایا تھا، راقم بھی وہاں موجود تھا۔“۔ (۲۱)

سیف الجبار میں تقلید کی حقیقت اور امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑے دل نشیں پیرائے میں ذکر کیے گئے ہیں۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید (صغیر) ۷ دھرم بروز جمعہ ۱۲۲۱ھ کی صبح علمائے مکہ مکرمہ کے سامنے پیش ہوئی اس وقت نجدی لشکر طائف میں قتل و غارت گری اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما منہدم کر کے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کر رہا تھا۔ علمائے مکہ مکرمہ نماز جمعہ کے بعد جمع ہوئے اور کتاب التوحید کا مطالعہ کر کے اس کا رد کیا۔ مولانا احمد بن یونس ہاعلوی اس تردید کو ضبط تحریر میں لائے۔ نماز عصر تک اس کے ایک باب کا رد مکمل ہوا تھا کہ طائف کے مظلوموں کا ایک گروہ مسجد حرام میں پہنچ گیا اور مشہور ہو گیا کہ نجدیہ کا لشکر حرم شریف میں پہنچ کر قتل و غارت کرنے والا ہے۔ اس عام اضطراب کی وجہ سے دوسرے باب پر نظر نہ جاسکی۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے سیف الجبار کے آخر میں کتاب التوحید کا پہلا باب اور اس پر علمائے مکہ مکرمہ کا رد مع ترجمہ نقل کر دیا ہے۔ جا بجا تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ اور شرح ہے، علمائے مکہ مکرمہ کی تقریرات کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی اور مولانا شاہ محمد فضل حق خیر آبادی کی عبارات نقل کی ہیں جن سے یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ یہ حضرات نہ تو کتاب التوحید کے

معتقد ہیں اور نہ تقویۃ الایمان کے مندرجات سے متفق، ان کے عقائد وہی ہیں جو اس وقت کے علمائے مکہ مکرمہ اور علمائے اہل سنت و جماعت کے ہیں۔

شاہ فضل رسول قادری پر عام طور پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے انگریز کی حکومت کے دور میں منصب افتا قضا اور صدر الصدوری کے ذریعہ اقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ (۲۲)

تعجب ہے کہ جب علمائے دیوبند میں سے مولوی محمد احسن نانوتوی، مولوی محمد مظہر، مولوی محمد منیر، مولوی ذوالفقار علی، مولوی فضل الرحمن، مولوی مملوک علی اور مولوی محمد یعقوب نانوتوی وغیرہم بھی ”سرکار انگریز“ کے ملازم تھے (۲۳)، تو فرنگی حکومت کے اقتدار کو مضبوط تر کرنے کا الزام علمائے اہل سنت پر ہی کیوں عائد کیا جاتا ہے؟

پھر یہ نکتہ بھی غور طلب ہے کہ اگر علمائے منصب افتا قضا اور صدر الصدوری کو قبول نہ کرتے تو ان مناصب پر فائز ہو کر فیصلہ کرنے والے ہندو ہوتے یا انگریز۔ کیا یہ اچھا ہوتا کہ علمائے ان مناصب کو قبول نہ کرتے اور مسلمان اپنے مقدمات کے فیصلوں کے لیے ہندو یا انگریز کی کچہریوں میں مارے مارے پھرتے۔

اسی سلسلے میں ہمارے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک اور بات کہی ہے:

”مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کے سلسلے میں ایک بات ہم نے خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں“ (۲۴)

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک مولانا پر یہ کوئی اعتراض نہیں کہ ان کی اکثر کتابیں کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں کیوں کہ انگریز دوستی یا انگریز سے ساز باز بیشک جرم اور قابل اعتراض امر ہے فقط سرکاری ملازم ہونا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، بشرطیکہ کسی خلاف اسلام امر میں ان کا تعاون نہ کیا جائے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مولوی عبدالحی کو

۲۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نقیص اکاڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص: ۱۸

۲۳۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص: ۲۶

۲۴۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نقیص اکاڈمی کراچی، ۱۹۶۸ء، ص: ۱۸

ملازمت کی اجازت دے کر اس قسم کے شبہات کو ختم کر دیا تھا، سرکاری ملازمت سے ہر شخص کے بارے میں یہ رائے قائم کر لینا کہ یہ انگریز کا خیر خواہ و وفادار اور محب ہے، کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں اکثر و بیشتر انہی علمائے کھل کر حصہ لیا جو انگریز کے دور اقتدار میں صدرالصدور اور افتاء وغیرہ کے مناصب پر فائز تھے۔

پھر یہ بھی ایک فکر انگیز حقیقت ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور کتاب تقویۃ الایمان پہلے پہل رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی، اگر کسی کتاب کو سرکاری ملازم شائع کرے تو ضروری نہیں کہ اس میں حکومت کا ایما شامل ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ کتاب سرکاری پالیسی کے مطابق ہو، لیکن جب کسی کتاب کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی ایسا سرکاری ادارہ شائع کرے تو معمولی سی سمجھ بوجھ والا آدمی بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ وہ کتاب یقیناً سرکاری پالیسی کے مطابق ہوگی مخالف ہر گز نہیں ہو سکتی۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ اگر مولانا فضل رسول قادری کی تصانیف کو کسی ذریعہ سے بھی سرکاری حمایت حاصل ہوتی تو بعض دیگر مصنفین کی طرح ان کی تصانیف بھی کثرت سے طبع ہوتیں، حالانکہ تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں جس کثرت سے اشاعت پذیر ہوئیں، مولانا فضل رسول قادری کی کتابیں اس کثرت سے شائع نہیں ہوئیں۔

مولانا شاہ فضل رسول قادری نے کتنے واضح الفاظ میں انگریزی اقتدار سے نفرت و استحقار کا اظہار کیا ہے اور انگریز کے اقتدار کو دین میں فتنہ و فساد کے پیدا ہونے کا سبب قرار دیا ہے درج ذیل اقتباس سے بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ ہندوستان میں بسبب ہو جانے کفر کی حکومت (انگریزی

اقتدار) اور نہ رہنے اسلام کی سلطنت کے دین اسلام میں فتنے اور شرع

کے احکام میں رخنہ پڑ گئے۔ (۲۵)

دوسری جانب مولوی اسماعیل دہلوی کا بیان ملاحظہ ہوتا کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ مولانا فضل رسول قادری اور دیگر علما اہل سنت پر انگریز دوستی کے الزام میں کتنی سچائی ہے۔ مولوی

اسماعیل دہلوی نے ایک موقع پر کہا:

”انگریزی سرکار گو مگر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی، نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادات لازمی سے روکتی ہے، ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی، بلکہ اگر کوئی ہم پر زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل کام اشاعت توحید الہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں۔“ (۲۶)

مولانا شاہ فضل رسول قادری کے بارے میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے:

”مولانا حیدر علی ٹوکنی نے اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ لکھی ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی شہادت (۱۸۳۱ء) کے بیس سال بعد وہابیوں کے رد میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ ظاہر ہے پنجاب کے انگریزوں کے قبضہ میں آ جانے کے بعد مجاہدین کا مقابلہ براہ راست انگریز سے تھا۔“ (۲۷)

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھ کر مسلک اہل سنت و جماعت کے خلاف عقائد و افکار کا اظہار کیا تو اکثر و بیشتر علما تحفظ دین و مسلک کی خاطر میدان میں اتر آئے، بعض نے ان سے اور ان کے ہم خیال علما سے مناظرہ کیا۔ مثلاً مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی، مولانا محمد موسیٰ (صاحبزادگان مولانا محمد رفیع الدین محدث دہلوی) منطق و کلام کے مسلم الثبوت استاذ مولانا محمد فضل حق خیر آبادی، مولانا رشید الدین خاں اور علمائے پشاور وغیرہم بے شمار علماء نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ تردید کی۔ بعض نے تقریری طور پر رد و ابطال پر اکتفا کیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر حضرات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے صاحب علم و فضل شاگرد تھے بلکہ

۲۶۔ فتی محمد جعفر قاضی، حیات سید احمد شہید

۲۷۔ پروفیسر محمد ایوب قادری، مقدمہ حیات سید احمد شہید، نیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۸ء، ص: ۲۴

خود حضرت شاہ صاحب نے تقویۃ الایمان پر اظہارِ ناراضگی فرمایا:

”حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اور سارے جہان کو مشرک و کافر بنانا شروع کیا اس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے۔ افسوس کے ساتھ فرمایا کہ میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں، آنکھوں سے بھی معذور ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدہ فاسد کا رد بھی تحفہ اشاعہ شریعہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے۔“ (۲۸)

مولانا شاہ فضل رسول قادری ان علما میں سے تھے جنہوں نے اس نئے فتنے کی تردید کے لیے بھرپور تقریری کام کیا اور جب ضرورت محسوس ہوئی تو تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اور ایسی کتابیں لکھیں جنہیں اہل علم سر آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ مولانا کی ساری زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی کوششوں میں حفاظت دین کے سوا اور کوئی مقصد نظر نہیں آئے گا۔ کیا اس بات کا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں تقریر کے ذریعے عقائد باطلہ کی تردید نہیں کی، حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۹ تالیف ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے مطالعہ سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مولانا طالب علمی کے زمانہ ہی سے رد و ہابیت کی ابتدا کر چکے تھے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مولانا اسماعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے رفقا کو انگریزوں سے کوئی خاصیت نہ تھی اور نہ وہ انگریزوں سے جہاد کا ارادہ ہی رکھتے تھے۔ (۲۹)

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے، جس شخصیت نے طویل مدت تک سفر و حضر میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہو اس کے شاگردوں کا شمار لازماً دشوار ہوگا، چند فضلا کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے، جنہوں نے آپ کے بحر علم سے استفادہ کیا:

۲۸۔ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین بہاری، ماہنامہ پاسبان، امام احمد رضا نمبر، ص: ۱۹، ۲۰۔
۲۹۔ اس سلسلے میں مقالات سر سید حصہ شانزدہم مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور کے حاشیہ پر شیخ اسماعیل پانی پتی کا نوٹ ص: ۲۳۸ تا ۲۵۲ اور ص: ۳۱۸ تا ۳۱۹ قابل ملاحظہ ہے۔ نیز سید صاحب کی تحریک کی صحیح پوزیشن سمجھنے کے لئے جناب وحید احمد مسعود بدایونی کی تحقیقی کتاب ”سید احمد شہید کی صحیح تصویر“ مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔

- ۱۔ مولانا شاہ محی الدین ابن شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۲۷۰ھ)
- ۲۔ تاج الخول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محب رسول بدایونی ابن مولانا شاہ فضل رسول قادری (م: ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)
- ۳۔ مجاہد آزادی مولانا فیض احمد بدایونی
- ۴۔ قاضی القضاۃ مولانا مفتی اسد اللہ خاں الہ آبادی (م: ۱۳۰۰ھ)
- ۵۔ استاد مولوی رحمن علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند مولانا عنایت رسول چریاکوٹی (۳۰)
- ۶۔ مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (م: ۱۳۷۷ھ)
- ۷۔ مولانا کرامت علی جونپوری (م: ۱۲۹۰ھ) مرید سید احمد بریلوی
- ۸۔ مولانا سید عبدالفتاح گلشن آبادی
- ۹۔ مولانا عبدالقادر حیدر آبادی (م: ۱۳۲۹ھ)
- ۱۰۔ مولانا سید اشفاق حسین (م: ۱۳۲۸ھ)
- ۱۱۔ مولانا خرم علی بلہوری (م: ۱۲۷۳ھ)
- ۱۲۔ مولانا حکیم محمد ابراہیم سہارنپوری
- ۱۳۔ سید بنیاد شاہ سنہجلی
- ۱۴۔ مولانا سید خادم علی
- ۱۵۔ مولانا سید ارجمند علی
- ۱۶۔ مولانا سید اولاد حسن خلف سید آل حسین
- ۱۷۔ مولانا غلام حیدر
- ۱۸۔ مولانا جلال الدین رئیس سوچھ محلہ
- ۱۹۔ مولانا فصاحت اللہ متولی
- ۲۰۔ مولانا امانت حسین دانش مند

۳۰۔ نامور فاضل مولانا محمد فاروق چریاکوٹی استاد شبلی نعمانی، مولانا عنایت رسول کے چھوٹے بھائی اور شاگرد تھے۔

۲۱۔ مولانا بہادر شاہ دانش مند وغیرہ وغیرہ

آپ کے مریدین کا سلسلہ عرب و عجم میں پھیلا ہوا تھا، بے شمار لوگ مذاہب باطلہ اور عقائد فاسدہ سے تابع ہو کر آپ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔

آپ کے چند مریدین کے نام یہ ہیں:

تاج الفحول مولانا شاہ محمد عبدالقادر محب رسول بدایونی خلف رشید شاہ فضل رسول قادری، مولانا حکیم سراج الحق ابن مولانا فیض احمد بدایونی (م: ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۵ء)، مولانا سید نبی حسنی حسینی شاہجہاں پوری (م: ۱۳۷۸ھ)، مولانا حکیم عبدالعزیز، مولانا عبید اللہ بدایونی مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی (م: ۱۳۱۵ھ)، ملا اکبر شاہ افغانی، مولانا عون الحق، حافظ محمد ضیاء الدین حیدر آباد دکن، قاضی حمید الدین خاں مچھلی بندر، شیخ محمد صدیق متوطن بریلی، شیخ عبدالرحیم رئیس بدایوں، شیخ عبدالہادی ملقب بہ شاہ سالار وغیرہ وغیرہ۔

جب آپ کی عمر شریف ۷۷ برس کی ہوئی تو آپ کے شانوں کے درمیان پشت پر زخم نمودار ہوا ایک دن قاضی شمس الاسلام عباسی جو آپ کے والد ماجد کے مرید تھے، سے آپ نے فرمایا:

”قاضی صاحب بمقتضائے واما بنعمۃ ربک فحدث آج آپ سے کہتا ہوں کہ دربار نبوت سے استیصال فرقہ وہابیہ کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ الحمد للہ! کہ فرقہ باطلہ اسماعیلیہ و اسحاقیہ کا رد پورے طور ہو چکا، دربار نبوت میں میری یہ سعی قبول ہو چکی، میرے دل میں اب کوئی آرزو باقی نہ رہی میں اس دار فانی سے جانے والا ہوں۔“ (۳۱)

آخری دنوں میں کمزوری بہت زیادہ ہو گئی تھی مگر عبادت، ریاضت اور تہجد کے لیے شب بیداری میں دن بہ دن اضافہ ہوتا گیا۔ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء بروز جمعرات خلف رشید مولانا شاہ محمد عبدالقادر قادری بدایونی کو بلا کر نماز جنازہ کی وصیت کی، ظہر کے وقت اسم ذات کے ذکر خفی میں مصروف تھے کہ اچانک دو دفعہ بلند آواز سے اللہ اللہ کہا ایک نور دہن مبارک سے چمکا

اور بلند ہو کر غائب ہو گیا اور ساتھ ہی روح نقصِ عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رحلت کے وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی پھر بھی ہزار ہا افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ مغرب کے بعد عید گاہ شمس میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور شب جمعہ والد ماجد کے روضہ میں مدفون ہوئے (۳۲)۔ مولوی عبدالسلام سنہجلی نے یہ قطعہ تاریخ کہا ہے۔

پیشوائے اہل عرفاں سرور اہل قبول	معدن فضل الہی حضرت فضل رسول
ماہر کامل بہر فن از فرو عیش تا اصول	واقف اسرار شرع دکاشف استار دیں
ہیبت تحریر او انداخت در کنج خمول	سطوت تقریر او بگداخت جان منکراں
قاصد بنیاد کفر و رافع اوج قبول	جامع علم و ولایت دافع آثار جہل
کرد روشن منزل اول بانوار نزول	رفت از دنیا و دنیا از غم او تیرہ شد
آنجنہاں را گوہر مقصود در دست وصول	ایں جہاں را سنگ ماتم بر جبین مدعاست
شد بمن الہام از روحش ”انا فضل الرسول“	خاستم تاریخ وصل وے نویسم ناگہاں

(۳۳) ۱۲۸۹ھ

مولانا معین الدین نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے:

حضرت فضل رسول نامدار	با فضیلت با کرم با افتخار
کان فی عز و فضل کاملا	فضله کا الشمس فی نصف النہار
واقف اسرار علم و معرفت	مرشد دیں سر حق را رازدار
دوئم از ماہ جمادی الآخرہ	راہ وار آخرت کرد اختیار
وقت رحلت داشت شغل ذکر حق	بود از دم ضرب اذکار آشکار
ناگہاں آورد با جہر تمام	اسم ذات پاک حق بر لب دو بار

۳۲۔ محمد رضی الدین بدایونی تذکرۃ الاولیاء ص: ۲۵۴

۳۳۔ ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے متعلق جو مندرجہ ذیل باتیں کہتا ہے:

- ۱۔ دن مقرر کر کے محفل میلاد شریف کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
- ۲۔ محفل مولود شریف میں قیام کرنا شرک ہے۔
- ۳۔ کھانے اور شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔
- ۴۔ اولیاء اللہ سے مدد و طلب کرنا شرک ہے۔
- ۵۔ قدیم رواج کے مطابق پنج آیات ختم کرنا بدعت سیئہ (بری بدعت) ہے۔
- ۶۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا معجزہ حق نہیں ہے۔
- ۷۔ قصد التعزیہ کو دیکھنا یا بلا ارادہ دیکھنا کفر ہے۔
- ۸۔ ہولی کو دیکھنے اور دوسرہ کو جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگرچہ بغیر ارادے کے ہو اور اس سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جاتی ہے۔
- ۹۔ کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس سر زمین پر ظلم ہوا ہے اور سننے میں آیا ہے کہ وہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اس لیے کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا اور حضرت امام حسین کو مکہ شریف سے نکال دیا، اس وقت دین محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے علمائے جو حقیقتاً مہاجرین تھے انھیں نکال کر ہندوستان بھیج دیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے والے نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جلا وطن کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

لہذا ایسی صورت میں قائل مذکور کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
 مسلمانوں کا اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شریعت مطہرہ ایسے شخص
 کا کیا حکم ہے نیز اس کے قلعین کا کیا حکم ہے بینوا تو جو و
 نقل مہر حضرت ظل سبحانی خلیفہ الرحمانی بادشاہ دیں پناہ
 وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاه

المستفتی

ابوظفر سراج الدین

محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی



الجواب

اولاً اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل امور میں سے ہر امر کے متعلق کیا فرماتے ہیں تاکہ قائل کے حق میں حکم شرعی کا جاننا آسان و اہل ہو جائے۔

(۱) دن مقرر کر کے محفل میلاد شریف کرنا۔

علامہ احمد بن محمد قسطلانی علامہ ابن جزری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قال ابن الجزري فاذا كان هذا ابو لهب الكافر نزل القرآن بدمه
جوزى في النار بفرحه ليلة مولد النبي ﷺ به فما حال المسلم
الموحد من امته عليه السلام الذي يسر بمولده ويبدل ما تصل
اليه قدرته في محبته ﷺ لعمري انما يكون جزاؤه من الله
الكريم أن يدخله بفضلہ العميم جنات النعيم۔ (۱)

ترجمہ: جب ابولہب جیسے کافر کو جس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہوئی
ہے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی رات میں خوش ہونے کے باعث
جہنم میں اس کے عذاب میں تخفیف کے ذریعہ بدلہ دیا جائے تو حضور علیہ
السلام کے اس موحد و مسلم امتی کا کیا عالم ہوگا جو آپ کی ولادت پر خوش ہوتا
ہے اور اپنی طاقت کے بقدر نبی ﷺ کی محبت میں خرچ کرتا ہے، بخدا
اللہ رب العزت کی جانب سے ایسے شخص کی جزا یہی ہے کہ خداوند قدوس
اسے اپنے فضل عام سے جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

علامہ قسطلانی آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۱) المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج: ۱/ ص: ۱۳۷، پور بندر گجرات ۲۰۰۱ء

ولا يزال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام
ويعملون الولائم ويتصدقون في ليليه بانواع الصدقات و
يظهرون السرور ويزيدون في المبرات ويعتنون بقرأة مولده
الكریم ويطهر عليهم من برکاته کل فضل عمیم ومما جرب من
خواصه انه امان في ذلك العام وبشرى عاجلة بنیل البغية
والمرام فرحم الله امرء اتخذ ليلالى شهر مولده المبارك اعيادا
ليكون أشد علة على من في قلبه مرض واعياء دأى۔ (۲)

ترجمہ: اہل اسلام حضور علیہ السلام کی ولادت کے مبارک مہینہ میں محفلیں
قائم کرتے ہیں اور دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ماہ مبارک کی راتوں
میں صدقات و خیرات کرتے ہیں خوشی و مسرت کا اظہار اور نیکیوں میں
اضافہ کرتے ہیں نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولود شریف پڑھنے کا
اہتمام کرتے ہیں اور اس مولود شریف سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے،
محفل میلاد شریف کے خواص میں یہ بات بھی مجرب ہے کہ اس سال امن و
امان رہتا ہے اور جلد آرزوں و تمناؤں کے حصول کی خوشخبری ہوتی ہے اللہ
تعالیٰ اس شخص پر رحم و کرم فرمائے جو اس ماہ مبارک کی راتوں میں عید و خوشی
مناتا ہے تاکہ یہ خوشی و مسرت اس شخص پر سخت گراں گزرے جس کے دل
میں (بدبختی کی) بیماری ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (م: ۹۳۲ھ) اپنی کتاب ”سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد“
میں حافظ ابوالخیر سخاوی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عمل المولد الشريف لم ينقل عن احد من السلف الصالح في
القرون الثلاثة الفاضلة وانما حدث بعدئذ لا زال اهل الاسلام في

سائر الاقطار والمدن الکبار يحتفلون فی شهر مولده ﷺ بعمل الولائم البديعة المشتملة على الامور البهجة الرفيعة ويتصدقون فی ليليه ياتوا الصداقات ويظهرون السرور ويزيدون فی المبرات ويعتنون بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من بر كاته كل فضل عميم (۳)

ترجمہ: مولود شریف کا عمل قرونِ ثلاثہ میں سلف صالحین سے منقول نہیں ہے یہ عمل قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوا پھر اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے ولادت کے مہینہ میں ہر جانب بڑے بڑے شہروں میں محفلیں قائم کرنے لگے اور پر تکلف دعوتیں کرتے ہیں جو مسرت آمیز اور بلند امور پر مشتمل ہوتی ہیں اور اہل اسلام اس ماہ مبارک کی راتوں میں صدقہ کرتے ہیں بہجت و سرور کا اظہار کرتے ہیں نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس مولود شریف کی برکت سے ان پر فضل عظیم کا ظہور ہوتا ہے۔

پھر صاحبِ سبل الہدی حافظ ابن الجزری کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:

من خواصه انه امان في ذلك العام و بشرى عاجلة بتبيل البغية والمرام۔ (۴)

ترجمہ: میلاد شریف کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امن و امان قائم رہتا ہے اور جلد تر حاصل ہونے والی مراد کی خوشخبری ہوتی ہے۔

آگے چل کر علامہ ابن کثیر کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

قال الحافظ عماد الدين بن كثير۔ رحمه الله تعالى في تاريخه كان

(۳) سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ج: ۱/ ص: ۴۳۹، الباب الثالث عشر فی اقوال العلماء فی عمل المولد الشریف واجتماع الناس له وما یحمد من ذلك وما یدم، مطابع الازہار القاہرہ ۱۳۱۸ھ
(۴) مرجع سابق، نفس الصغیہ

یعمل المولد الشریف فی ربيع الاول ویحتفل به احتفالاً هائلاً
وكان شهما شجاعاً بطلاً عادلاً رحمه الله تعالى واکرم مثواه
وقد صنف الشيخ ابو الخطاب بن دحية رحمه الله تعالى كتاباً له
فی المولد سماه ”التنوير فی مولد البشير النذير“ فجازاه بالف
دينار۔ (۵)

ترجمہ: حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب تاریخ میں فرماتے
ہیں کہ (صاحب اربل ملک مظفر) ماہ ربیع الاول شریف میں مولود شریف کرتا
تھا اور اس ماہ میں وہ پر تکلف محفل میلاد کرتا تھا وہ جری بہادر، ذہین عدل و
انصاف کرنے والا شخص تھا شیخ ابو الخطاب بن دحیہ نے اس کے لیے مولود
شریف کی کتاب لکھی جس کا نام ”التنوير فی مولد البشير النذير“ رکھا تو
صاحب اربل نے انہیں ہزار دینار انعام میں دیئے۔

صاحب سبل الہدی والرشاد تحریر فرماتے ہیں:

وقد اثنى عليه الائمة منهم الحافظ ابو شامه شيخ النوى فى
كتابه ”الباعث على انكار البدع والحوادث“ وقال مثل هذا
الحسن يندب اليه ويشكر فاعله ويثنى عليه قال ابن الجوزى
لو لم يكن فى ذلك إلا ارغام الشيطان وادعام اهل الايمان وقال
العلامة ابن مظفر رحمه الله تعالى: بل فى الدر المنظم وقد عمل
المحبون للنبي ﷺ فرحاً بمولده الولائم فمن ذلك ما عمله
بالقاهرة المعزية من الولائم الكبار الشيخ ابو الحسن المعروف
بابن قفل قدس الله تعالى سره شيخ شيخنا ابى عبد الله محمد بن
النعمان وعمل ذلك قبل جمال الدين العجمي الهمداني ومن

عمل ذلک علی قدر وسعہ یوسف الحجار بمصر و قدر ای النبی

ﷺ و هو بحر ض یوسف المذکور علی عمل ذلک۔ (۶)

ترجمہ: اس عمل پر (یعنی مولود شریف کرنے پر) ائمہ کرام نے تعریف فرمائی ان میں امام نووی کے شیخ حافظ ابوشامہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ”الباعث علی انکار البدع والحوادث“ میں فرمایا کہ اس طرح عمل کرنا مستحب ہے اس کے کرنے والے کو اجر دیا جائے گا اور وہ قابل تعریف ہوگا، ابن جوزی نے فرمایا اس محفل میلاد سے شیطان کو ذلت و خواری اور اہل ایمان میں مضبوطی و پختگی پیدا ہوتی ہے، علامہ ابن مظفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”الدر المنظم“ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت والفت کرنے والوں نے آپ کے میلاد شریف کی خوشی میں بڑی بڑی دعوتوں کا اہتمام کیا ہے، انہیں میں سے وہ دعوتیں ہیں جو شیخ ابوالحسن معروف بہ ابن قفل کرتے ہیں، جو ہمارے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن النعمان کے شیخ ہیں، ان سے پہلے یہ عمل (عمل مولود) جمال الدین ہمدانی بھی کرتے تھے وہ لوگ جو اپنی وسعت کے بقدر یہ عمل کرتے تھے ان میں یوسف الحجار مصری بھی ہیں انہوں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا حضور علیہ السلام نے یوسف الحجار کو اس عمل پر ابھارا۔

صاحب سبل الہدی والرشاد نے ان اکابرین امت کے واقعات بیان کیے ہیں نیز نبی کریم ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور خواب میں ایسا کرنے پر تاکید فرمائی ہے (۷)۔

صاحب سبل الہدی والرشاد اپنی تالیف میں فرماتے ہیں:

وقال الشيخ الامام العلامة نصير الدين المبارك الشهبوي باين

الطباخ فی فتویٰ بخطہ اذا انفق تلك الليلة و جمع جمعا
اطعمهم مايجوز اطعامه واسمعهم مايجوز سماعه ودفع للمسح
المشوق للأخرة ملبوسا كل ذلك سرورا بمولده ﷺ فجمع
ذلك جائز ويثاب فاعله اذا احسن القصد ولا يختص ذلك
بالفقراء دون الاغنياء الا ان يقصد مواساة الاحوج فالفقراء اكثر
ثوابا۔ (۸)

ترجمہ: شیخ امام علامہ نصیر الدین مبارک المعروف ابن الطباخ اپنے فتویٰ
میں لکھتے ہیں شب ولادت جب کوئی شخص خرچ کرے لوگوں کو جمع کر کے
انہیں جائز کھانے کھلائے اور جائز چیزیں انہیں سنائے نیز سننے والے
آخرت کے مشاق کو کپڑے وغیرہ دے اور یہ سارا عمل اس نے حضور علیہ
الصلوة والسلام کی ولادت کی خوشی میں کیا ہو تو یہ سب جائز ہے اور اس کے
کرنے والے کو اجر و ثواب دیا جائے گا جبکہ اس کی نیک نیتی اس میں شامل
ہو اور یہ (عمل) فقرا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے الا یہ کہ وہ زیادہ ضرورت
مند سے ہمدردی کا ارادہ کرتا ہو تو فقرا و مساکین میں زیادہ ثواب ہے۔
جمال الدین بن عبد الرحمن المعروف بہ المخلص فرماتے ہیں:

مولد رسول اللہ ﷺ مبجل مکرم قدس يوم ولادته وشرف
وعظم وکان وجوده ﷺ مبدأ سبب النجاة لمن اتبعه وتقليل
حظ جهنم لمن اعد لها لفرحه بولادته ﷺ وتمت برکاته علی
من اهتم به فشا به هذا اليوم يوم الجمعة من حيث ان يوم الجمعة
لا تسعرفيه جهنم هكذا ورد عنه ﷺ فمن المناسب اظهار

(۷) مرجع سابق ج ۱/ ص ۴۴۱

(۸) مرجع سابق، نفس الصغی

السرور وانفاق الميسور واجابة من دعاه رب الوليمة
للحضور۔ (۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا میلاد شریف مکرم و معظم ہے اللہ نے اپنے حبیب کے یوم ولادت کو مقدس و معظم بنایا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود اس شخص کے لیے نجات کا سبب ہے جس نے آپ کی پیروی و اتباع کی اور جہنم کے عذاب میں کمی ہے، اس شخص کے لیے جس نے حضور کی ولادت پر خوشی منا کر اس کے لیے تیاری کی، اللہ کے رسول علیہ السلام کی برکات اس پر مکمل ہو گئیں جس نے آپ سے رہنمائی حاصل کی، لہذا یوم مولود یوم الجمعہ سے مشابہ ہو گیا کیونکہ جمعہ کے دن جہنم نہیں بھڑکائی جاتی ہے ایسا ہی حضور علیہ السلام سے منقول ہے تو (یوم مولود میں) خوشی و مسرت کا اظہار کرنا بقدر وسعت خرچ کرنا اور کسی داعی کی دعوت قبول کرنا مناسب ہے۔

علامہ ظہیر الدین جعفر فرماتے ہیں:

هذا الفعل لم يقع في الصدر الاول من السلف الصالح مع
تعظيمهم وحبهم له اعظاما ومحبة لا يبلغ جمعنا الواحد منهم ولا
ذرة منه وهي بدعة حسنة اذا قصد فاعلها جمع الصالحين
والصلوة على النبي ﷺ واطعام الطعام للفقراء والمساكين
وهذا القدر يثاب۔ (۱۰)

ترجمہ: یہ فعل (یعنی مولود شریف منانا) سلف صالحین سے قرن اول میں واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرات حضور علیہ السلام سے اس قدر محبت و تعظیم فرمایا کرتے تھے کہ ہماری پوری جماعت (محبت و تعظیم میں) ان میں کسی ایک

(۹) مرجع سابق ج ۱/ ص ۳۳۲

(۱۰) مرجع سابق، نفس الصنف

کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔ یہ عمل (محفل مولود) بدعت حسنہ ہے جبکہ اس کا کرنے والا نیک لوگوں کو جمع کرنے کا قصد کرے، حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجے، فقرا و مساکین کو کھانا کھلائے اتنی بات پر یقیناً ثواب دیا جائے گا۔

شیخ نصیر الدین (محفل میلاد شریف کے متعلق) فرماتے ہیں:

ليس هذا من السنن ولكن اذا انفق في هذا اليوم واطهر السرور
فرحاً بدخول النبي ﷺ في الوجود واتخذ السماع الخالي عن
اجتماع المردان وانشاد ما يثير نار الشهوة من العشقيات
والمشوقات للشهوات الدنيوية كالقدو الخد والعين والحاجب
وانشاد ما يشوق الى الآخرة ويزهد في الدنيا فهذا اجتماع حسن
يثاب قاصد ذلك وفاعله عليه (۱۱)

ترجمہ: یہ عمل (محفل میلاد شریف) سنت نہیں ہے لیکن کوئی شخص اس دن خرچ کرے اور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرے اور (نعت و مناقب کی) محفل سماع قائم کرے جس میں امر و جمع نہ ہوں اور اس محفل میں عشقیہ اشعار نہ پڑھے جائیں جو شہوت کی آگ کو بھڑکاتے ہوں اور دنیوی خواہشات کا شوق دلاتے ہیں جیسے خد و خال، اور چشم و ابرو کی باتیں (بلکہ) وہ اشعار ہوں جو آخرت کا شوق پیدا کریں دنیا سے بے رغبتی ہو تو ایسا اجتماع و محفل بہتر و مستحسن ہے اس کے کرنے والے کو اس پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

حضرت ابو شامہ فرماتے ہیں:

فالبدعة الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب لها ورجاء
الثواب لمن حسنت نيته عليها وهي كل مبتدع موافق لقواعد
الشريعة غير مخالف لشيء منها ولا يلزم من فعله محذور شرعي

وذلك نحو بناء المنابر والربط والمدارس و خانات السبيل وغير ذلك من الواع البر التي لم تعهد في الصدر الاول فانه موافق لما جاءت به الشريعة من اصطناع المعروف والمعونة على البر والتقوى ومن احسن ما ابتدع في زماننا هذا من هذا القبيل ما كان يفعل بمدينة "اربل" جبرها الله تعالى كل عام في اليوم الموافق ليوم مولد النبي ﷺ من الصدقات والمعروف و اظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقراء مشعر بمحبة النبي ﷺ وتعظيمه وجلالته في قلب فاعله (۱۲)

ترجمہ: بدعت حسنہ کے جواز اور اس کے استحباب پر اتفاق ہے اور حسن نیت پر ثواب کی امید ہے (بدعت حسنہ) ہر وہ بدعت ہے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہو اور کسی بھی اصول شرعی کے مخالف نہ ہو اور اس کے کرنے سے کوئی بھی شرعی محذور لازم نہ آتا ہو جیسے منبر، سرائیں، مدارس، مسافر خانے وغیرہ کی تعمیر جیسے نیک کام کرنا جو عہد نبوی میں نہیں تھے کیونکہ یہ جملہ کام شریعت مطہرہ کے موافق ہیں اس لیے کہ یہ نیکی اور تقویٰ پر معاونت کرنا ہے اور سب سے اچھی بدعت جو ہمارے زمانے میں اس قبیل (بدعت حسنہ کی قبیل سے) سے ایجاد ہوئی وہ وہ ہے جو شہر اربل میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے دن ہوتا ہے جیسے صدقات و خیرات کرنا زینت اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، یہ امور فقرا و مساکین کے واسطے احسان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ہی محبت نبی ﷺ اور فاعل کے دل میں آپ کی تعظیم و تکریم کی دلیل ہے۔

صاحب سبل الہدی والرشاد رقم طراز ہیں کہ:

وكان اول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا
احد الصالحين المشهورين وبه اقتدى في ذلك صاحب اربل
وغيرهم رحمهم الله تعالى۔ (۱۳)

ترجمہ: سب سے پہلے یہ عمل (محفل مولود شریف) شہر موصل میں شیخ عمر
بن محمد نے کیا جو مشہور صالحین میں سے تھے پھر ان کی اقتداء اس عمل میں
صاحب اربل وغیرہم نے کی (اللہ ان پر رحم فرمائے)۔
امام صدر الدین فرماتے ہیں کہ:

ويثاب الانسان بحسب قصده في اظهار السرور والفرح بمولد
النبي ﷺ۔ (۱۴)

ترجمہ: انسان کو اس کی نیت و ارادے کے مطابق میلاد نبی ﷺ کے
موقع پر مسرت و خوشی کا اظہار کرنے پر اجر و ثواب دیا جائے گا۔
حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اصل عمل المولد بدعة لم تنقل عن احد من السلف الصالح من
القرون الثلاثة ولكنها مع ذلك قد اشتملت على محاسن
وضدها فمن تحرى في عمله المحاسن وتجنب ضدها كان
بدعة حسنة ومن لا فلا قال وقد ظهر لي تخرجها على اصل ثابت
في الصحيحين من ان رسول الله ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود
يصومون عاشوراء فسالهم فقالوا هذا يوم اغرق الله تعالى فيه
فرعون وانجى فيه موسى فنحن نصومه شكرا لله تعالى فقال انا

(۱۳) مرجع سابق، نفس الصلح

(۱۴) مرجع سابق، نفس الصلح

احق بموسىٰ منكم فصامه وامر بصيامه فبستفاد من فعل ذلك
 شكر الله تعالى على ما من به فى يوم معين من اسداء نعمة أو دفع
 نقمة ويعاد ذلك فى نظير ذلك اليوم من كل سنة والشكر لله
 تعالى يحصل بانواع العبادات والسجود والصيام والصدقة
 والتلاوة وای نعمة اعظم من النعمة ببرز هذا النبى الكريم نبى
 الرحمة فى ذلك اليوم۔ (۱۵)

ترجمہ: عمل مولود شریف بدعت ہے جو قرونِ ثلاثہ کے سلف صالحین میں
 سے کسی سے منقول نہیں لیکن اس کے باوجود وہ اچھائی اور بعض خرابیوں پر
 مشتمل ہے لہذا جس شخص نے عمل مولود میں خوبیوں کو اختیار کیا اور خرابیوں
 سے پرہیز کیا تو یہ بدعت حسنہ ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا (خرابیوں سے
 اجتناب کرنے کے بجائے اس کا ارتکاب کیا) تو اس کے لئے یہ بدعت
 سہیہ ہے میرے نزدیک اس کی (محفل مولود شریف کی) اصل بخاری و
 مسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو
 آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے (اس کا
 سبب) ان سے دریافت فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ نے فرعون کو
 غرق کیا اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو نجات دی اس پر ہم اللہ کا شکر ادا
 کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے
 زیادہ موسیٰ کا حق دار ہوں آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس
 دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا حضور کے اس فعل سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے
 کہ جس پر اللہ نے کسی معین دن کوئی نعمت عطا فرما کر یا ضرر رساں چیز کو دفع
 فرما کر احسان کیا تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور ہر سال اس معین دن اس شکر

کا اعادہ کرے اور اللہ کا شکر کا عبادت، سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن وغیرہ مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، اور اس سے بڑی اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن نبی کریم ﷺ کو پیدا فرمایا۔

سبل الہدیٰ کے مصنف حافظ ابن جزری اور حافظ دمشقی سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف والے واقعہ سے دلیل نقل کر کے علامہ جلال الدین سیوطی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عندی أن أصل المولد الذي هو اجتماع الناس وقرأة ما تيسر من القرآن ورواية الاخبار الواردة في مبدأ أمر النبي ﷺ وما وقع في مولده من الايات ثم يمد لهم سباط يا كلونه وينصرفون من غير زيادة على ذلك من البدع الحسنة التي يثاب عليها صاحبها لما فيه من تعظيم قدر النبي ﷺ واظهار الفرح والاستبشار بمولده الشريف۔ (۱۶)

ترجمہ: میرے نزدیک اصل مولود شریف بدعت حسنہ ہے، جو اس قدر ہے کہ لوگوں کا جمع ہونا اور بقدر وسعت قرآن کی تلاوت کرنا، نیز ان اخبار و آثار کا بیان کرنا جو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں اور ان نشانیوں کو بیان کرنا جو آپ کے مولود شریف میں واقع ہوئیں ہیں پھر لوگوں کے واسطے دسترخوان آراستہ کرنا کہ لوگ کھائیں اور ان امور کے علاوہ اور کام کیے بغیر واپس چلے جائیں (یہ امور) بدعت حسنہ ہیں اس پر اس کے کرنے والے کو ثواب دیا جائے گا کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کی تعظیم و تکریم ہے اور حضور کے میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنا ہے۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس عمل کی جو اصل حافظ ابن حجر نے بیان فرمائی اس کے علاوہ ایک اور

دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیدہ فرمایا، پھر امام سیوطی سنن ابن ماجہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

الصواب انه من البدع الحسنة المندوبة اذا خلا عن المنكرات
شروعاً۔ (۱۷)

ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ (مولود شریف) بدعت حسنہ مستحبہ ہے جبکہ شرعاً منکرات سے خالی ہو۔

پھر اس کے بعد سبل الہدیٰ میں چند شعر ذکر کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

يا مولد أفاق الموالد كلها - شرفا وساد بسيد الأسياد (۱۸)

ترجمہ: اے مولود جس نے تمام مولودوں پر فوقیت و شرف پایا اور سید السادات (حضور) کے سبب تو بھی صاحب سیادت ہو گیا۔

حافظ جلال الدین سیوطی علامہ فاکہانی (جنہوں نے میلاد کو بدعت سیئہ کہا ہے) کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما احذثه ملك عادل عالم وقصد به التقرب الى الله تعالى و
حضر عنده فيه العلماء والصلحاء من غير نكير منهم وارتضاه
ابن دحية رحمه الله تعالى وصنف له من أجله كتابا فهو لاء علماء
متدينون رضوه واقرؤه ولم ينكروه۔ (۱۹)

ترجمہ: میلاد شریف منانے کو ایک عالم عادل بادشاہ نے ایجاد کیا اور اس نے اس سے تقرب الی اللہ کا ارادہ کیا اس کے دربار میں علما و صلحا موجود تھے ان میں سے کس نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور اس (مولود مبارک

(۱۷) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۵

(۱۸) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۷

(۱۹) مرجع سابق ج ۱/ص: ۴۴۹

منانے) کو ابن وحیہ رحمہ اللہ نے پسند فرمایا اور اس کے واسطے انھوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی تو یہ سب دیندار علمائے کرام ہیں جنہوں نے اس عمل کو پسند فرمایا اور اس کو برقرار رکھا اور اس کا انکار نہیں فرمایا۔

یہ سبل الہدی والرشاد سے ہم نے اختصاراً نقل کیا ہے اور جو سبل الہدی والرشاد میں (میلاد مبارک کے متعلق) ذکر ہے وہ سمندر کا ایک قطرہ ہے اس کے مقابلے میں جو دوسرے اکابر نے ذکر کیا ہے، ہم نے اسی قدر پر اکتفا کیا جتنا اس کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ (۲۰)

خلاصہ کلام یہ کہ ائمہ کرام کا جم غفیر اور امور مسلمین کے اہل حل و عقد کی بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ مولود شریف کرنا مستحب و مستحسن ہے، لہذا قائل کا یہ کہنا کہ مولود کرنا گناہ کبیرہ ہے یہ قول باطل جہالت پر مبنی ہے، اور سواد اعظم کے مخالف ہے، اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ

(۲۰) مصنف کے صاحبزادے تاج النول مولانا عبد القادر بدایونی نے محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب ”سیف الاسلام لمسلول علی المنار لعل المولد والقیام“ فارسی زبان میں تالیف فرمائی ہے، اس میں آپ نے بعض علما اور ان کی تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جو محفل میلاد کے جواز و استحسان کے قائل ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے اکابر علماء اور کبار ائمہ نے محفل میلاد شریف کے جائز و مستحسن ہونے کا حکم دیا ہے، ان میں سے بعض حضرات یہ ہیں: (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۲) ملا علی قاری (۳) صاحب مجمع البحار (۴) علامہ ابن حجر مکی (۵) حافظ جلال الدین سیوطی (۶) امام جزری صاحب حصین (۷) علامہ سلیمان برسوی (۸) شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعفی (۹) امام حمد اللہ بن شیخ شمس الدین (۱۰) مولانا حسن بکری (۱۱) شیخ برہان نامی (۱۲) شیخ شمس الدین احمد بن محمد سیواسی (۱۳) حافظ زین الدین عراقی (۱۴) امام ابو زرعة (۱۵) سید عقیف الدین شیرازی (۱۶) علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس (۱۷) شیخ محمد بن حمزہ الواعظ (۱۸) حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۱۹) علامہ شمس الدین دمیاطی (۲۰) امام برہان الدین ابوالصفا (۲۱) علامہ فخر الدین ابوبکر الدنقلی (۲۲) علامہ شیخ محمد بن عثمان (۲۳) حافظ ابو شامہ (۲۴) حابن حجر عسقلانی (۲۵) صاحب سیرت شامیہ (۲۶) صاحب سیرت حلبیہ (۲۷) علامہ ابو القاسم محمد بن عثمان اللؤلؤی (۲۸) علامہ ابوالحسن احمد بن عبد اللہ البکری (۲۹) حافظ ابن رجب حنبلی (۳۰) علامہ ابو الطیب مالکی وغیرہ۔

پھر آپ نے کچھ کتابوں کا ذکر کیا ہے جو یا تو خاص میلاد شریف کے موضوع پر لکھیں گئی ہیں یا پھر ان میں ضمناً میلاد شریف کے جواز و استحسان کا حکم ہے، مثلاً (۱) انسان العیون فی سیرت الامین المامون (۲) التعریف فی المولد الشریف (۳) حسن المقصد فی عمل المولد (۴) موعود الکرام لمولد النبی علیہ السلام (۵) جامع الاثار فی مولد النبی المختار (۶) المورد الصادی فی مولد الہادی (۷) اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق (۸) عرف التعریف فی المولد الشریف (۹) الدر المنظم فی المولد الاعظم (۱۰) اللفظ الجمیل

والسلام) کے عوام و خواص کو فاسق و کافر کہتا ہے کیونکہ یہ حضرات میلاد شریف کو مستحب و مستحسن سمجھتے ہیں۔

اگر یہ قائل دین کا ذرا بھی علم رکھتا ہے، تو یقیناً اس نے یہ علم دین عاقل اور ثقہ علما سے حاصل کیا ہوگا، اور ضرور اس نے اپنے اساتذہ سے لے کر آخر تک سلسلہ سند کی تحقیق کی ہوگی، اب (ہمارا مطالبہ ہے کہ) اپنی سند سے صحاح کی کوئی بھی ایک ایسی حدیث پیش کر دے جس کے سلسلہ سند میں اس ”گناہ کبیرہ“ کا مرتکب، اور اس کو ”مستحسن“ قرار دینے والا کوئی شخص نہ ہو، بفضلہ تعالیٰ اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے، اور اگر دعویٰ رکھتا ہو تو پیش کرے ”ہی میداں ہی گونے“ (ہاتھ نکلن کو آرسی کیا) شاخ پر بیٹھ کر جڑ کاٹنا کسی عقل مند کا کام نہیں ہے۔

(۲) محفل میلاد شریف میں قیام کرنا۔

محفل مولود شریف میں قیام کے متعلق امام برزنجی فرماتے ہیں:

قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذورواية ورؤية

وطوبى لمن كان تعظيمه ﷺ مرامه و مرامه۔ (۲۱)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے مولود مبارک کے ذکر پر قیام کرنا صاحب الروایہ اور صاحب الرؤیہ دونوں قسم کے اماموں نے مستحسن قرار دیا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کو جس نے حضور ﷺ کی تعظیم کو اپنا مقصد و غایت بنالیا۔

مولانا حسن دمیاطی (مدرس مسجد الحرام) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا قیام مذکور کے مستحب و مستحسن ہونے پر اتفاق ہے

بمولد النبی الجمیل (۱۱) فتح اللہ حسبی و کفی فی مولد المصطفیٰ (۱۲) النفحة العنبرية فی مولد خیر البرية

گزشتہ صفحہ کا بقیہ:-

(۱۳) مفتاح السرور والافکار فی مولد النبی المختار (۱۴) سیرت شامیہ (۱۵) الضوء اللامع (۱۶) المورد الروی فی المولد النبوی (۱۷) مائت بالسنة (۱۸) المواهب اللدنیة (۱۹) مدارج النبوة وغیرہ

رسول انور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی علامہ مدائنی فرماتے ہیں کہ ذکر ولادت کے وقت قیام کی عادت جاری ہے اور یہ قیام بدعت مستحبہ ہے جس میں خوشی و مسرت اور تعظیم کا اظہار ہے۔ اس فتویٰ پر چاروں مذہب کے مفتیان کرام کے دستخط اور مہر ثبت ہیں سب نے کثیر علمائے کرام اور دین اسلام کے پیشواؤں سے قیام کا مستحسن ہونا نقل فرمایا ہے۔ مولانا عبداللہ سراج لکھتے ہیں:

ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا جلیل المرتبت ائمہ کرام سے توارثاً ثابت ہے، (۲۲) حکام اسلام نے اسے بغیر کسی نکیر کے برقرار رکھا ہے لہذا یہ عمل مستحسن (بہتر) ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ماراہ المؤمنون حسنا فهو عند اللہ حسن جس کو مومن اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

صاحب سیرت شامیہ نے قیام میلاد کو جو بدعت فرمایا ہے صاحب حلبی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں“۔ پھر صاحب حلبیہ بدعت محمودہ کی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کو امت اسلامی کے عالم جلیل قدوة العلماء امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے پسند فرمایا ہے اور اس زمانے کے مشائخ کرام نے اس عمل میں آپ کی متابعت کی“ پھر امام سبکی کا واقعہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ متابعت و اقتداء کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ لہذا قائل کا اس قیام کو شرک کہنا سوائے جنون کے اور کچھ نہیں۔

اہل سنت و جماعت کے نزدیک از روئے شرع نفس الوہیت میں کسی کو شریک کرنے کا نام شرک ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نفی میں اس کی صراحت فرمائی ہے (۲۳)۔ قیام و قعود کو شرک سے کوئی تعلق نہیں قیام تو عبادت کے ساتھ خاص بھی نہیں ہے برخلاف

(۲۲) بحر الرائق میں ہے کہ تعامل اس اجماع کے تابع ہے۔ (مصنف)

سجود کے، اس کی صراحت آیت کریمہ والو کعب السجود کے تحت تفسیر عزیزی میں موجود ہے۔
 سجدہ عبادت کے ساتھ خاص ہونے کے باوجود عبادت کی نیت سے کرنا شرک ہے تعظیماً
 سجدہ کرنا شرک نہیں یہ سابقہ شریعتوں میں جائز تھا مگر سجدہ تعظیمی اس شریعت میں حرام قرار دے
 دیا گیا، اس بات کی صراحت بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں فرمادی ہے۔
 تمام باتوں سے قطع نظر منکرین قیام کو سہاکت کرنے کے لیے ان کے متقدم کی کتاب
 مآۃ المسائل (۲۴) کا ذکر کرنا کافی ہوگا اس میں بھی سجدہ عبادت اور سجدہ تحیت کے فرق کو
 تسلیم کیا گیا ہے۔ (۲۵)

جب سجدہ کا یہ حال ہے (یعنی سجدہ تعظیمی حرام ہے شرک نہیں) تو محفل میلاد میں قیام کو شرک ٹھہرانا

نئے دین کی اختراع کے سوا اور کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔

(۳) کھانے اور شیرینی پر فائزہ کرنا۔

(۵) دائمی قدیم رواج کے مطابق پانچ آیات ختم کرنا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان دونوں امر کے متعلق اپنے مشہور فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است اول آنکہ یک روز معین نموده یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر محض بنا بر زیارت واستغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیر ”ور منثور“ نقل نموده کہ سر ہر سال آنحضرت ﷺ بر مقابر می رفتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور می نمودند ایں قدر ثابت و مستحب است دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نموده تقسیم در میان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند پاک نیست زیرا کہ دریں قسم بیعت بلکہ فائدہ اہیاء و اموات را حاصل می شود سوم طور جمع شدن بر قبور ایں است کہ مردمان یک روز معین نموده و لباس ہائے فاخرہ مثل روز عید پوشیدہ مثل روز عید شادمان شادمان بر قبور با جمع می شوند رقص مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردن قبر می نمایند ایں قسم حرام و ممنوع

(۲۵) المسائل میں ہے کہ:

۳۳۳ سوال: صاحب قبر کی تعظیم کے لیے قبر کو سجدہ کرنا شریعت میں حرام ہے یا کفر و شرک ہے یا گناہ کبیرہ؟
جواب: غیر اللہ کو سجدہ کرنا خواہ قبر ہو یا غیر قبر حرام گناہ کبیرہ ہے اگر کوئی غیر اللہ کو سجدہ عبادت کی غرض سے کرتا ہے تو یہ موجب کفر و شرک ہے اگر کوئی غیر اللہ کو خواہ قبر ہو یا غیر قبر ایسی حالت میں کرتا ہے کہ وہ (جیسے وہ سجدہ کر رہا ہے) سامنے نہیں ہے تو یہ بھی موجب کفر ہے جیسا کہ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے اور سجدہ تعظیمی جو زمانہ سابق میں تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں منسوخ ہو گیا اور اس پر تفسیر و حدیث اور کتب فقہ دلائل کر رہی ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً المسائل: شاہ اسحاق صاحب دہلوی، ص: ۵۹، سید الاجیر ۱۲۶۳ھ)

ترجمہ: سال میں کسی معین دن قبور پر جانے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) کسی معین روز ایک شخص یا دو شخص بغیر کثیر لوگوں کے اجتماع کے زیارت اور استغفار کی غرض سے قبور پر جائیں تو یہ احادیث سے ثابت شدہ ہے تفسیر درمنثور میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال قبروں پر تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا و استغفار فرماتیا تینی بات ثابت ہے اور مستحب ہے۔

(۲) اجتماعی طور پر کثیر لوگ جمع ہوں اور قرآن کریم کا شتم کریں اور شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کریں تو اگرچہ یہ قسم رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ مبارک میں موجود نہ تھی، اگر کوئی ایسا کرتا ہے (یعنی مزارات پر جمع ہو کر شیرینی یا کھانے پر فاتحہ دے کر حاضرین میں تقسیم کرتا ہے) تو اس میں (از روئے شرع) کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ طریقہ برا نہیں ہے بلکہ زندوں اور مردوں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۳) کسی معین روز لوگ روز عید کی طرح مسرور و شاد ماں بہترین لباس زیب تن کر کے جمع ہوں اور مزامیر کے ساتھ رقص کریں اور دیگر ممنوع بدعتوں کا ارتکاب کریں جیسے قبروں پر سجدے کرنا ان کا طواف کرنا تو یہ طریقہ حرام و ممنوع ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب علی محمد خاں صاحب مرحوم رئیس مراد آباد کے جواب میں رقم فرماتے ہیں کہ :

کہ در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد می شود مجلس ذکر و فات شریف و

صاحب لکھتے ہیں:

ایس طعن جی است برجہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض مقررہ را
ہیچ کس فرض نمی داند آ رہے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان
بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و
خوب است باجماع علما و تعیین روز برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال
ایشان می باشد از دارالعمل بدارالثواب۔

ترجمہ: یہ طعن مطعون علیہ (جس پر طعن کیا گیا) کے احوال سے جاہل
ہونے پر مبنی ہے کیونکہ کوئی شخص سوائے فرائض مقررہ کے کسی کو فرض نہیں
سمجھتا، صالحین کی قبور کی زیارت کرنا، ایصال ثواب، تلاوت قرآن اور
دعائے خیر کے ذریعہ ان کی امداد کرنا اور کھانا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا ایک
امر مستحسن ہے اس پر علمائے کرام کا اتفاق ہے۔

دن کو متعین کرنا اس لیے ہے کہ یہ دن ان کے دارالعمل سے دارالثواب کی
جانب منتقل ہونے کو یاد دلاتا ہے۔

آخر میں ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر حضور ﷺ کے تشریف لے جانے والی روایت نقل
کی ہے، اور ایک دوسری روایت بھی نقل کی ہے جس میں ہے کہ چاروں خلفا کا بھی یہی معمول
رہا۔

مولوی رفیع الدین صاحب (۲۷) اپنے مشہور فتویٰ میں عرس کی صحت حضرت بلال رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر کے دن روزہ رکھنے کی دلیل سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”حضرت
بلال اس لیے روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس روز ولادت رسول، ہجرت اور وحی کا نزول نیز حضور علیہ

(۲۷) شاہ رفیع الدین دہلوی حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند گرامی ہیں، ۱۱۶۳ھ ۱۷۴۹ء میں ولادت ہوئی، اپنے بھائی
شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ماموں شاہ محمد عاشق پھلتی وغیرہ سے تحصیل علم کی، شاہ عبدالعزیز صاحب کے شعیف ہونے کے
بعد مدرسہ رحیمیہ کی مسند درس کو زینت بخشی، غلط کثیر نے آپ سے استفادہ کیا، عربی، فارسی، اردو میں ۳۰ سے زیادہ
کتب ہیں یادگار چھوڑیں، ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی
ص ۱۰۵ تا ۱۰۸، مکتبہ جامعہ لیتھ، دہلی ۱۹۹۲

السلام کا وصال مبارک ہوا۔ وہی دن (وصال کا دن) اہل اللہ کے انتظار کے ختم ہونے کا دن ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی روز اللہ والوں کی ارواح کا اجتماع ہوتا ہے اور عالم برزخ کے معاملات منکشف ہوتے ہیں، پھر یہ تمام تفصیلات ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ”دعا، ختم قرآن اور کھانے کے ذریعہ ان کی امداد کرنا بدعت مباح ہے اور ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:

یہیں سے مشائخ کرام کے عرسوں کی محاظت، ان کی قبور کی پابندی سے زیارت، فاتحہ خوانی اور صدقہ کا التزام، ان کے آثار، اولاد اور منشیین کی تعظیم کی طرف متوجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شاہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے والد گرامی کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حضور رسالت مآب ﷺ کے یوم وفات میں حضور کی نیاز کے واسطے کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی جس سے کھانا پکا یا جاسکے صرف بھنے ہوئے چنے اور کالے گڑ پر میں نے نیاز کر دی، رات کو خواب میں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے ہیں اور ان ہی کھانوں میں چنے اور گڑ بھی ہیں۔ حضور نے انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ اسے قبول فرما کر اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا اور باقی کو اپنے اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔ (۲۸) ان اکابرین امت کے کلام نے جن کا ہم نے ذکر کیا ہمارے مدعا کو ظاہر کر دیا لہذا اس جاہل کا قول بھی باطل و مردود ہو گیا جو ان مستحسن امور کو حرام اور بدعت سمیہ کہتا ہے۔ ان شہروں میں اکثر اہل علم کے علوم کی اسناد کی انتہا ان ہی بزرگان دین کی جانب ہوتی ہے (یعنی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز و ہلوی وغیرہ) پھر ان اکابرین کی طرف اس بات کا منسوب کرنا کہ انہوں نے حرام کو حلال قرار دے دیا تھا، اپنے دینی سلسلے کی جڑ کاٹنا ہے۔

(۴) کیا اولیاء کرام سے مدد طلب کرنا شرک ہے؟

(۲۸) انفاس العارفین: ترجمہ سید فاروق احمد قادری، ص ۱۰۶/۱۰۷، مکتبہ الفلاح دیوبند

(۲۹) عیسٰی آیت ۲۱، ترجمہ: پھر اسے (انسان کو) موت دی اور اسے قبر میں پہنچا دیا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ آیت مقدسہ ”اماتہ فاقبرہ“ (۲۹) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

توجہ روح بزاز ترین و مستفیدین بہولت می شود کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است و آثار ایں عالم از صدقات و فاتحہ ہا و تلاوت قرآن مجید چوں درال بقعہ کہ مدفن بدن اوست واقع شود بہولت نافع می شود پس سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن بنا بر ایں است کہ از اولیای مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور (۳۰)

ترجمہ: روح کی توجہ بزاز ترین، مستفید ہونے والوں کی جانب بآسانی ہو جاتی ہے بدن کی جگہ کے تعین کے سبب گویا روح کا مکان بھی متعین ہو گیا اور اس عالم کے آثار جیسے صدقات، فاتحہ خوانی، تلاوت کلام مجید کا ثواب جب زمین کے اس ٹکڑے کے پاس کیا جاتا ہے جس میں بدن مدفون ہے تو بآسانی نفع بخش ہوتا ہے لہذا بدن کو جلانا گویا روح کو بے مکان کرنا ہے اور بدن کو دفن کرنا گویا روح کے واسطے ایک مسکن بنانا ہے اسی بنا پر اولیای کرام اور دیگر صلحائے مومنین جن کو دفن کیا جاتا ہے ان سے انتفاع و استفادہ جاری ہے اور ان کو بھی فائدہ پہنچنا اور ان کی اعانت کرنا متصور ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سورۃ انشقت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بہ جہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و او یسان تحصیل کمالات باطنی از

آئہائی نمائندوار باب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آئہائی طلبند و
می یابند و زبان حال آئہاد راں وقت ہم مترنم بایں مقالات است۔ (۳۱)
مصرع۔ من آیم بجان گرتو آئی بتن

ترجمہ: بعض خواص اولیا جو اپنے جوارح کو بنی نوع انسان کی تکمیل اور
ارشاد میں لگا چکے ہیں اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں، جہت
کمال کی طرف ان کا استغراق اس جانب توجہ کرنے میں مانع نہیں ہوتا
ہے، اور ایسی حضرات اپنے کمالات باطنی کی تحصیل انہیں حضرات سے
کرتے ہیں، اور حاجت مند اپنی مشکلوں کا حل انہیں سے طلب کرتے
ہیں، اور ان سے پاتے ہیں اور زبان حال سے گویا وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر تم
اپنے بدن کے ساتھ آئے ہو تو میں ش اپنی روح کے ساتھ حاضر ہوں

اس مسئلہ میں وہابیہ پر رد کرتے ہوئے مولوی محمد موسیٰ صاحب (۳۲) خلف الصدق حضرت
مولوی رفیع الدین صاحب قدس سرہ رسالہ ”حجۃ العمل“ میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے
نقل فرماتے ہیں کہ:

دریں جاہن است واجب التنبیہ کہ استعانت از غیر خدا بوجہی کہ اور خالق
عون و مستقل در تصرف داند حرام است و اگر اور مظہر عون الہی دانستہ
استعانت نماید جائز است و این نوع استعانت از صحابہ تا حضرت مولوی

(۳۱) تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ص: ۱۳۹، تحت سورۃ انشقت، مطبع العلوم دہلی ۱۲۶۷ھ
(۳۲) آپ کی ولادت ۱۱۹۳ھ سے قبل ہوئی، اپنے اسلاف کی شجرہ آفاق درگاہ مد رسہ رحمیہ میں تدریسی خدمات انجام
دیں، اپنے چچا زاد بھائی شاہ اسماعیل دہلوی کے افکار و نظریات کے رد میں دو رسالے تالیف فرمائے، حجۃ العمل فی ابطال
العیل، اور رسالہ در تحقیق استعانت، جامع مسجد دہلی کے مشہور تاریخی مناظرے میں مولانا اسماعیل دہلوی اور مولانا عبدالحمی
بذحانوی کے مقابلے میں علمائے اہل سنت کے ساتھ آپ نے بھی سرگرمی سے حصہ لیا، علامہ فضل حق خیر آبادی نے جب
شاہ اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتویٰ لکھی تو اس پر دیگر علمائے دینی کے ساتھ آپ نے بھی تائیدی دستخط
فرمائے، ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان: حکیم محمود احمد برکاتی ص ۱۸۳ تا
۱۸۶، مکتبہ جامعہ لیڈز، دہلی ۱۹۹۲

شاہ عبدالعزیز صاحب و مولوی رفیع الدین صاحب در تصحیح المسائل وغیرہ بخوبی ثابت کر دیدہ است پس مقصود قائل اگر معنی اول است در اس کلام نیست و نہ کسے مدعی آن و اگر معنی دوم ارادہ کردہ است شک نیست در خروج او از اہل حق و دخول در مذہب نجدیہ کہ کافہ علمائے عرب و عجم خصوص دریں مسئلہ ضلال او بادلہ قطعیہ ثابت کردہ اند۔

ترجمہ: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ غیر خدا سے استعانت اس طریقہ پر کرنا کہ اس کو خالق عون اور تصرف میں مستقل بالذات ماننا تو یہ حرام ہے اور اگر اسے عون الہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کی تو یہ جائز ہے اور اس قسم کی استعانت صحابہ کرام کے مقدس گروہ سے لے کر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب تک تصحیح المسائل وغیرہ کتب میں بہت اچھی طرح ثابت کی جا چکی ہے۔ لہذا اگر (منکر استعانت) قائل کا مقصد پہلے والے معنی ہیں تو اس (پہلے والے معنی کے حرام و کفر ہونے) میں کوئی کلام نہیں اور اس معنی کا کوئی مدعی بھی نہیں اور اگر قائل نے دوسرے معنی کا ارادہ کیا ہے (یعنی غیر اللہ کو عون الہی کا مظہر سمجھ کر استعانت کو حرام و کفر کہا ہے) تو اس قائل کے اہل حق کی جماعت سے نکلنے اور مجیدی فرقہ کے اندر داخل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیوں کہ تمام عرب و عجم کے علمائے کرام نے خاص طور سے اسی مسئلہ میں قطعی دلائل کے ساتھ اس کی گمراہی ثابت کر دی ہے۔ (۳۳)

(۶) حضور انور ﷺ کے نقش پا کا معجزہ۔

علامہ احمد بن محمد القسطلانی علیہ الرحمہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المواہب اللدنیہ“ میں حضور

(۳۳) مسئلہ توسل و استعانت پر تحقیقی اور تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے مصنف کی کتاب ”احقاق حق“، ترجمہ و تحقیق از راقم الحروف، تاج العلوم اکیڈمی بدایوں۔

علیہ السلام کے نقش پا کے معجزہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا مشى في الصخر غاصت قدماه فيه

كما هو مشهور قديماً وحديثاً على الألسنة۔ (۳۴)

ترجمہ: حضور انور ﷺ جب پتھر پر چلتے تھے تو آپ کے دونوں قدم

مبارک اس پتھر میں اثر فرماتے جیسا کہ زمانہ قدیم اور موجودہ عہد میں

زبانوں پر مشہور ہے۔

حضور کے نقش پا کے معجزہ کا ذکر علامہ محمد رباوی نے کتاب المعجزات میں اور قاضی دیار بکری نے تاریخ خمیس میں علامہ فخر الدین الرازی سے نقل کیا ہے اور امام جلال الدین سیوطی نے انموذج اللیب، امام رزین العبدی صاحب صحاح نے خصائص میں، اور علامہ حلبی نے ”انسان العیون“ میں امام سبکی کے استشہاد کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور اس معجزہ کا ذکر امام زہری و علمسانی نے فتح المتعال میں حافظ متولی، ابن سبع اور نیشاپوری کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة اور امام بوصیری نے قصیدۂ ہمزیہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ کتب صحاح ستہ میں حضور کے نقش پا کا معجزہ مذکور نہیں ہے مگر ان میں اور بعض دیگر کتب میں اس کے نہ ہونے اور بعض لوگوں کے اس پر مطلع نہ ہونے کی بنیاد پر اس کا انکار کرنا درست نہیں، جبکہ ائمہ کرام کی ایک جماعت نے اس معجزہ کو وصف شہرت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسے قبول کر کے اس کے منکر پر نکیر قائم فرمائی ہے۔

اس معجزے کے انکار کی بنا فقط (۳۵) اس پر ہے کہ یہ معجزہ مواہب لدنیہ وغیرہ کتب سیر

(۳۴) المواہب اللدنیہ ۲/ص: ۶۳۰ پور بندر گجرات ۲۰۰۱ء

(۳۵) اس معجزے کے رد میں یہ اور اس کے بعد والی دلیل میاں سید نذیر حسین دہلوی صاحب نے دی تھی، انہوں نے اس کے رد میں ایک فارسی رسالہ ”الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم“ تصنیف کیا، یہ رسالہ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ میں تالیف کیا گیا اور ربیع الاول ۱۲۶۷ھ میں فخر المطالع دہلی سے شائع ہوا، اس کے رد میں مولانا محمد کریم اللہ شاہ جہان آبادی (م: ۱۲۹۱) نے ”برہان محکم علی غلطان من نفی اثر القدم“ (مطبع دارالسلام دہلی رجب ۱۲۶۷ھ) اور مولانا محمد فرید الدین دہلوی (م: ۱۲۷۴) نے ”السیف المسلول علی من انکار اثر قدم الرسول“ (مطبع اردو اخبار دہلی ۱۲۶۷ھ) تالیف کی۔

سے ثابت نہیں ہے اسی وجہ سے صاحب سیرت شامیہ نے لکھ دیا ہے کہ ”اس معجزہ کا وجود حدیث اور کتب تواتر میں نہیں“ اور جب اہل ایمان نے خود مواہب لدنیہ اور دیگر معتبر کتب سے اس معجزہ کو ثابت کر دیا تو منکر کے دعویٰ کی بنیاد جڑ سے اکھڑ گئی۔ صاحب سیرت شامیہ کا اس معجزہ کو کتب حدیث و تواتر میں نہ پانا ہمارے مطلوب کے لیے ضرر رساں نہیں کیونکہ ان کے استاذ امام جلال الدین سیوطی نے اسے صاحب صحاح امام رزین کی خصائص میں پایا اور اپنی کتاب ”امموزج“ میں ذکر کیا، اور علامہ حلبی و تلمسانی نے حلبی پر تعریض کی اور اس کو حلبی کے معتبر اور مستند (امام سیوطی) ہی سے ثابت کر دیا۔

منکر کی دوسری دلیل یہ کہ امام قاضی بیضاوی، امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر، صاحب مدارک، نیشاپوری، حسینی و جواہر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا پتھر پر اثر اور اس کا زمانہ دراز تک قائم و باقی رہنا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا خاصہ ہے۔

اس سے قطع نظر کہ یہاں بیضاوی، حسینی اور صاحب جواہر کا نام ذکر کر کے منکر نے ان پر اتہام کیا ہے (کیونکہ ان حضرات نے یہ بات نہیں لکھی) میں عرض کرتا ہوں کہ منکر کے کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کو صرف اسی خصوصیت سے انکار نہیں بلکہ وہ اس قاعدہ کلیہ (جو جامع معجزات کثیرہ ہے) کا منکر ہے کہ ”جو بھی خصوصیت کسی نبی کو دی گئی اس کا مثل ہمارے حضور ﷺ کو ضرور دیا گیا“۔

مواہب لدنیہ کے چوتھے مقصد کی دوسری فصل میں یہ قاعدہ موجود ہے اور گویا پوری فصل اسی قاعدے کی فروغ کے بیان میں ہے، مثلاً لکھتے ہیں:

واما ما اعطیہ سلیمان علیہ السلام من کلام الطیر و تسخیر

الشیاطین والریح والملك الذی لم یعطیہ احد من بعده فقد

اعطی سیدنا محمد ﷺ مثل ذلك و زیادة (۳۶)

وہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو خصوصیت دی گئی مثلاً پرندوں سے کلام کرنا، جنات اور ہوا کی تسخیر اور بادشاہت وغیرہ ان کے بعد کسی اور کو نہیں دی گئی، لیکن وہی خصوصیت بلکہ اس سے بڑھ کر حضور ﷺ کو عطا کی گئی۔

اور معجزہ نقش قدم کا حضرت ابراہیم کا خاصہ ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ویسا ہی معجزہ اس ذات گرامی کو دیا جائے کہ جس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہو کہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام کی خصوصیتوں کی جامع ہے بلکہ حضور علیہ السلام کی یہ خصوصیت تو تقاضا کر رہی ہے کہ آپ بھی حضرت ابراہیم کی مذکورہ خصوصیت کے حامل ہوں، دیکھو صاحب مواہب امام قسطلانی حضرت ابراہیم کے معجزہ نقش قدم کو حضور ﷺ کے معجزہ قدم کی تائید میں لائے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

اذما خص نبی بشی من المعجزات والكرامات الا ولنبینا والرسول
مثله كما نصوا عليه (۳۷)

اس لیے کہ جو بھی معجزہ یا بزرگی کسی نبی کو ملی اس کی مثل ہمارے نبی ﷺ کے لیے ثابت ہے جیسا کہ علما نے بیان کیا ہے۔

منکر اعجاز کی دلیل کا مدار لفظ ”خاصہ“ پر ہے، جو مفسرین کے کلام میں وارد ہوا ہے، مفسرین کے امام امام رازی ہیں اور صاحب تاریخ خمیس نے انہیں امام ہمام (رازی) سے یہ معجزہ نقل کیا ہے۔
(۷) کیا تعزیہ قصد آیا بلا قصد دیکھنا کفر ہے۔

(۸) کیا ہولی دیکھنے یا دسہرہ میں جانے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے؟

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان و کفر تصدیق و تکذیب کا نام ہے جو دل کا فعل ہے اور زبان سے اقرار کرنا ایک زائد رکن ہے یا زبان سے اقرار کرنا دنیا میں اجرائے احکام کے لیے شرط ہے اور باطل فرقوں میں سے خوارج کے نزدیک تصدیق مع الطاعت کا نام ایمان ہے لہذا ہر

گناہ کو وہ کفر بتاتے ہیں اور ہر معصیت ان کے نزدیک شرک ہے خوارج کا یہ گمراہ عقیدہ چونکہ حد شہرت کو پہنچ چکا ہے لہذا اس کی سند کی حاجت نہیں ہے۔

قائل نے فقط آنکھ کے فعل یعنی دیکھنے پر کفر کا حکم لگا دیا خواہ دل کی تصدیق ہو یا نہ ہو قائل کا یہ قول اس کے اہل سنت و جماعت کے دائرہ سے خارج ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تعزیر کے بارے میں یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ قوم اس کی عبادت کرتی ہے اس لیے اس کے دیکھنے سے کفر لازم آئے گا، تو قائل کا یہ حکم لگانا بھی باطل ہے ورنہ اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ چاند سورج کا دیکھنا، لنگا جتنا کو دیکھنا اور اس کا پانی پینا کفر ہو حالانکہ زمانہ بعثت سے لے کر فتح مکہ تک ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ کا عمرہ کرنے آنا اور صحابہ کا اس زمانہ میں حج کرنے آنا اور فتح مکہ کے روز حضور اور تمام صحابہ کا ان باطل معبودوں کو دیکھنا ظاہر ہے، حج کی فرضیت کے بعد فتح مکہ سے پہلے جب صحابہ کرام حج کی ادائیگی کے لیے آئے اساف و نائلہ (جو بتوں کے نام ہیں) کی وجہ سے صفا اور مروہ پر سعی کرنے میں کچھ تاثر ہوا تو آیت کریمہ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما (۳۸) نازل ہوئی۔

ہاں البتہ فقہ کی کتابوں میں مشرکین کی عیدوں میں بقصد تعظیم جانے اور ان کے افعال میں موافقت کرنے کو کفر لکھا ہے، طحاوی میں ہے:

ویکفر باتیانہ عید المشرکین تعظیماً (۳۹)

ترجمہ: آدمی کا مشرکین کی عید میں تعظیماً جانا کفر ہے۔

عالمگیری میں ہے

(یکفر) بخروجه الی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما

یفعلون فی ذلک الیوم وبشرائه یوم نیروز شیئاً لم یکن یشتريہ

(۳۸) البقرة: ۱۵۸

(۳۹) حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار: ج ۲/ ص ۷۹، دار المعرفۃ للطباعة والنشر بیروت لبنان

(۴۰) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج ۲/ ص ۷۷، الباب التاسع فی احکام المرتدین۔

قبل ذلک تعظیما للنیروز لا للاکل والشرب وباهدائه ذلک
 البوم للمشرکین ولو ببضۃ تعظیما للذلک لاجابة دعوة
 مجوسی حلق رأس ولده۔ (۴۰)

ترجمہ: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو مجوسیوں کے جشن نیروز میں جائے
 ان کی ان کاموں میں موافقت کی غرض سے جو وہ اس دن کرتے ہیں اور
 نیروز کی تعظیم کے قصد سے کوئی ایسی چیز خریدے جو اس نے اس سے پہلے
 نہیں خریدی نہ کہ اس چیز کو کھانے پینے کے لیے، اسی طرح اس دن
 مشرکوں کو اس دن کی عظمت کی وجہ سے کوئی ہدیہ وغیرہ دینے سے بھی کفر
 ہو جائے گا اگرچہ تحفہ میں ایک انڈا ہی دیا ہو، مجوسی کی دعوت جو وہ اپنے
 لڑکے کے سر منڈانے میں کرے تو اس دعوت میں جانے والے کی تکفیر
 نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح دیگر فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

شام کے شہروں میں یہ رسم تھی کہ مسافر کافروں کے عبادت خانوں میں ٹھہرتے تھے جیسا
 کہ یہ ابھی تک ہندوستان کے جنوبی شہروں میں رائج ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے
 وہاں کے ذی کافروں سے یہ عہد نامہ لکھوایا کہ وہ مسلمان مسافروں کو اپنے عبادت گھروں میں
 ٹھہرنے سے منع نہیں کریں گے یہ روایت طحطاوی وغیرہ معتبر کتب میں موجود ہے اور فتاویٰ
 عالمگیری میں ہے کہ مسلمان کو مجوسی سے اس کی آگ روشن کرنے کے عوض مزدوری لینے میں کوئی
 حرج نہیں جیسا کہ خلاصہ میں لکھا ہے، نوادر ہشام میں امام محمد سے مروی ہے کہ: ”گھریا خیمہ کو
 تصاویر یا بت سازی کے لیے کرایہ پر دینا مکروہ ہے، لیکن کرایہ پر دینے والا اس کی اجرت کا
 مستحق ہے۔“ ہشام کہتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب اصباغ اجیر کی جانب سے ہو جیسا
 کہ ذخیرہ میں ہے، نیز اگر گھربت سازی کے لیے کرایہ پر دیا جائے اور اس میں اصباغ مستاجر
 کی جانب ہو تو اجرت جائز نہیں ہے، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اور کسی مسلمان کا کسی ذی کے یہاں

عبادت خانہ اور کلیسہ بنانے کے لیے مزدوری کرنا جائز ہے اور اس کی مزدوری حلال ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔
صحیح بخاری میں ہے:

باب الاسواق التي كانت في الجاهلية فتبايع بها الناس في الاسلام (۳۱)

ترجمہ: یہ باب ان بازاروں کے بیان میں جو زمانہ جاہلیت میں تھے اور لوگ زمانہ اسلام میں بھی ان بازاروں میں خرید و فروخت کرتے تھے۔
فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زمانہ جاہلیت کے افعال اور گناہوں کی جگہوں میں طاعت و فرماں برداری کے کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

اور اس باب میں جو حدیث مروی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:
كانت عكاظ ومجنة وذو المجاز اسواقا في الجاهلية فلما كان الاسلام تأثموا من العجارة فيها فانزل الله ليس عليكم في مواسم الحج قرأ ابن عباس كذا۔ (۳۲)

ترجمہ: عکاظ مجنہ اور ذو المجاز زمانہ جاہلیت میں بازار تھے جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں تجارت کرنا برا سمجھا تو اللہ نے حکم نازل فرمایا کہ حج کے موسم میں ان بازاروں میں تجارت کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی پڑھا ہے۔

یعنی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ان بازاروں میں جانا اور کپڑا خریدنا ثابت ہے۔

(۳۱) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب الاسواق التي كانت في الجاهلية فتبايع بها الناس في الاسلام۔

(۳۲) مرجع سابق

(۳۳) صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب بیع المیتة والاصنام۔

صحیح بخاری میں ہے:

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام۔ (۴۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مبارکہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام کر دیا۔

فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی حدیث مذکور کے تحت لکھتے ہیں:

والعلة في منع بيع الاصنام عدم المنفعة المباحية فعلى هذا ان كانت بحيث اذا كسرت ينتفع برضاها جاز بيعها عند بعض العلماء من الشافعية وغيرهم والاكثر على المنع حملا للنهي على ظاهره والظاهر أن النهي عن بيعها للمبالغة في التنفير عنها ويلتحق بها في الحكم الصلبان التي تعظمها النصارى ويحرم نحت جميع ذلك وصنعتہ۔ (۴۴)

ترجمہ: بیع اصنام کی ممانعت کی وجہ ان سے منفعت مباحیہ کا نہ ہونا ہے، لہذا اس تقدیر پر ایسے بت جو ٹوٹنے کے باوجود اپنے ریزوں کے ذریعہ نفع کا سبب بنے تو ان بتوں کی بیع بعض شوافع اور دیگر علما کے نزدیک جائز ہے لیکن اکثر علما نے کرام حدیث میں وارد نہیں کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ بیع اصنام میں نہیں بتوں سے نفرت دلانے کے باعث بطور مبالغہ مستعمل ہے اور یہی حکم صلیبوں کا ہے جس کی نصاریٰ تعظیم و تکریم کرتے ہیں ان تمام بتوں اور صلیبوں کی صنعت حرام ہے۔

دیکھنا چاہیے کہ بت بنانا کفر نہیں ہے اور بتوں کی خرید و فروخت کے جواز میں اختلاف موجود ہے، بت خانہ بنانے کی ضروری اور مجوسیوں کے عبادت خانہ کی آگ روشن کرنا تو جائز ہو اور تعزیہ کو قصد یا بلا قصد دیکھنا کفر ہو جائے؟۔

تعزیہ کو قصد یا بلا قصد دیکھنے کو کفر کہنے والے قائل کے شریعت محمدیہ کی مخالفت کرنے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

(۹) کیا کعبہ شریف اور مدینہ منورہ کے خطہ کو کوئی بزرگی حاصل نہیں؟۔

کعبہ شریفہ اور مدینہ منورہ کے خطہ کی بزرگی کا انکار کرنا صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کا انکار نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کا انکار اور اس کو ہلکا سمجھنا ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے محاصمت کرنا ہے، قرآن اور حدیث ان دونوں جگہوں کی بزرگی کے بیان سے پڑے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا۔ (۳۵)

ترجمہ: اور یاد کرو ہم نے گھر کو (خانہ کعبہ کو) مرجع انام اور جائے امن بنادیا

(۲) وَهَذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ۔ (۳۶)

ترجمہ: قسم ہے اس امن دینے والے شہر کی۔

(۳) رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ

الْمُحَرَّمِ (۳۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو تیرے مقدس

گھر کے پاس اس وادی میں بسادیا جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے۔

(۳۵) البقرة: ۱۲۵

(۳۶) الامین: ۳

(۳۷) ابراہیم: ۳۷

(۳۸) آل عمران: ۹۷

(۴) اَنْ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ
فِيهِ اَيْتٌ بَيِّنَةٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ
حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ
الْعَالَمِينَ۔ (۳۸)

ترجمہ: سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا یقیناً وہ مکہ مکرمہ میں
ہے جو برکت والا اور سارے جہان کے لیے ہدایت ہے اس میں کھلی
ہوئی نشانیاں اور مقام ابراہیم ہے تو جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ
محفوظ ہے اور اللہ کے لیے ان لوگوں پر حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے
کی استطاعت رکھتے ہیں اور جس نے انکار کیا تو اللہ سارے جہان سے
بے نیاز ہے۔

(۵) وَمَنْ يَعْظَمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاَنَّهُمِنَ تَفَوٰى الْقُلُوْبِ۔ (۳۹)
ترجمہ: اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں کی
پرہیزگاری ہے۔

**مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت و فضیلت احادیث مبارکہ کی
روشنی میں:**

(۱) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِمَكَّةَ مَا اطْبِقُ مِنْ بَلَدٍ وَّاحِدٍ اِلَى
وَلَوْ لَا اَنْ قَوْمِيْ اَخْرَجُوْنِيْ مِنْكَ مَا اسْكَنْتُ غَيْرَكَ۔ (۵۰)
ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے شہر مکہ! تو ہر شہر سے اچھا اور
سب سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے اگر میری قوم مجھے تیری حدود سے باہر نہ

(۳۹) الحج: ۲۲

(۵۰) سنن الترمذی: کتاب المناقب: باب فی فضل مکہ

(۵۱) مسند احمد بن حنبل: ج ۴، ص ۳۰۵، مؤسسۃ فرطیہ القاہرہ

کرتی تو میں تیرے علاوہ کہیں سکونت پذیر نہیں ہوتا۔

(۲) قال رسول اللہ ﷺ واللہ انک خیر ارض اللہ ولولا انی

اخرجت منک ما اخرجتہ۔ (۵۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم اے مکہ تو اللہ کی بہترین زمین ہے اگر مجھے تجھ سے باہر نہ کیا جاتا تو میں تجھے چھوڑ کر کبھی نہ جاتا۔

(۳) وقال رسول اللہ ﷺ لا تزال هذه الامة بخير ما عظموا

هذه الحرمة حق تعظیمها فاذا ضيعوا ذلك هلكوا۔ (۵۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا امت جب تک اس حرم کی تعظیم و تکریم کرتی رہے گی خیر و برکت میں رہے گی اور تعظیم نہیں کرے گی تو ہلاکت مقدرین جائے گی۔

(۴) قال رسول اللہ ﷺ انی احرم ما بین لایتی المدينة ان یقطع

عضاها او یقتل صیدها وقال المدينة خیر لہم لو کانو یعلمون

لا یدعہا رغبة الا ابدل اللہ فیہا من هو خیر منه ولا یثبت احد علی لا

وائہا وجہدہا الا کنت شفیعا لہ یوم القیمة۔ (۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینے کی دونوں پتھریلی

جانبوں کے درمیان کو حرم قرار دیتا ہوں کہ اس میں کوئی درخت کاٹا جائے یا

اس کے جانور کا شکار کیا جائے۔ لوگ اگر جانتے تو کسی غرض کو خاطر بھی اس کو

نہ چھوڑتے مگر یہ کہ اللہ ان کو مدینہ میں اس سے بہتر عطا فرماتا، جو شخص بھی

(۵۲) الف: ابن ماجہ: کتاب المناسک، باب فضل مکہ

ب: مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳/ص ۲۶۸، مکتبہ الرشید الریاض ۱۴۰۹ھ

(۵۳) الف: صحیح مسلم: کتاب الحج، باب فضل المدینۃ دعاء النبی ﷺ فیہا بالبرکۃ

ب: سنن البیہقی الکبری: کتاب الحج: باب ماجاء فی حرم المدینۃ

ج: مسند احمد بن حنبل: ج ۱/ص ۱۸۱، مؤسسۃ قرطبۃ القاہرہ

مدینہ کی سختی اور بھوک پر ثابت قدم رہائیں قیامت کے دن اس کا شفع ہوں گا۔

(۵) وعن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ ﷺ اللہم ان ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام حرم مکۃ فجعلہا حرما وانی حرمت المدینۃ حراما ما بین ما زمیہا ان لا یہراق فیہا دم ولا یحمل فیہا سلاح لقتال ولا یخبط فیہا شجرۃ الا لعلف۔ (۵۴)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے یہاں خوں ریزی نہ کی جائے، نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑیں جائیں۔

(۶) قال رسول اللہ ﷺ امرت بقریۃ تاكل القرى یقولون یثرب وہی المدینۃ تنفی الناس کما تنفی الکبیر خبث الحدید۔ (۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک بستی کی طرف ہجرت کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب ہوگی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ ہے، مدینہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

(۷) قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی تنفی المدینۃ

(۵۴) صحیح مسلم: کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ

(۵۵) بخاری: کتاب الحج، باب فضل المدینۃ وانہا تنفی الناس

(۵۶) مسلم: کتاب الحج، باب المدینۃ تنفی شرارہا

شوارہا کما ینفی الکبر خبث الحديد۔ (۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مدینہ برائیوں کو دور کر دے جیسا بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

(۸) عن عائشة بنت سعد قالت سمعت سعدا قال سمعت النبی ﷺ یقول لا یکید اهل المدينة احد الا انما ع کما ینما ع الملح فی المائ۔ (۵۷)

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے حضرت سعد کو فرماتے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نے فرمایا جو بھی مدینہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۹) من استطاع ان یموت فی المدينة فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها (۵۸)

ترجمہ: تم میں سے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو اس کو مدینہ میں مرنا چاہیے، اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اس کا شفیق ہوں گا۔

(۱۰) وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الايمان لیأرز الی المدينة کما تارز الحیة الی حجرها۔ (۵۹)

(۵۷) بخاری: کتاب الحج، باب الم من کاد اهل المدينة

(۵۸) ترمذی: کتاب المناقب، باب فی فضل المدينة

(۵۹) الف: صحیح بخاری: کتاب الحج، باب الايمان یأرز الی المدينة

ب: صحیح مسلم: کتاب الايمان: باب بیان أن الاسلام غریبا وسعود غریبا وإنه یأرز بین المسجدین

ج: ابن ماجہ: کتاب المناسک، باب فضل المدينة

د: مشداح بن حنبل: ج ۲/ ص ۲۸۶، مؤسسة قرطبة القاہرہ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان مدینہ میں سمٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔

(۱۱) قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه سمعت رسول الله ﷺ وهو بواد العتيق يقول اتاني الليلة آت من ربي فقال صل في هذا الوادي المبارك۔ (۶۰)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس وقت آپ وادی عتیق میں تھے، کہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے۔

یہ تمام احادیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہیں۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے عناد رکھنے والے شخص نے جو دلیل پیش کی ہے کہ ”اس سرزمین پر ظلم ہوتا ہے“ بالفرض محال اگر وہاں ظلم ہوتا بھی ہو تو یہ مدینہ و مکہ کی عظمت و بزرگی کے انکار کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ ساکنین مکہ کی جانب سے عہد رسول انور ﷺ میں وہ ظلم و ستم وقوع پذیر ہوا جو وجود آدم سے اب تک نہیں ہوا اور اس کی صراحت تفسیر عزیزی میں لا اقسام بهذا البلد وانت حل بهذا البلد۔ آیت کے تحت مذکور ہے، اس ظلم و جور کے باوجود بھی مکہ معظمہ کی بزرگی و عظمت ختم نہیں ہوئی جیسا کہ تفسیر عزیزی میں آیت مقدسہ ان الصفا والمروة من شعائر الله کے تحت ذکر کیا گیا۔ خانہ کعبہ اس وقت بھی قبلہ و مطاف تھا جبکہ وہ کفار کے غلبہ کے باعث بت کدہ بنا ہوا تھا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ ما بالذات لایزول بما بالغیر یعنی ذاتی فضیلت غیر کے باعث زائل نہیں ہوتی۔ اسی طرح صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر مکہ کے جاہلوں نے اساف و ناسک نامی دو بتوں کو

(۶۰) الف: صحیح بخاری: کتاب الحج، باب قول النبی ﷺ العتيق واد مبارک

ب: صحیح ابن خزیمہ: کتاب المناسک، باب استعجاب الاستقبال بالراحة

رکھ کر پوجنا شروع کر دیا تو ان کے اس شرک سے ان پہاڑیوں کے شعائر اللہ ہونے میں کچھ فرق نہ آیا اور ان پہاڑیوں کی عظمت زائل نہیں ہوئی اس لیے کہ جو ہر ذاتی وہ ہے جو غیر کے سبب زائل نہ ہو۔

مدینہ منورہ کو ظلم و ستم کی سرزمین کہنے والے جاہل بے دین شخص نے مصر و عراق کے بلوائیوں کو مدینہ منورہ کا رہنے والا سمجھ لیا ہے حالانکہ مدینہ میں مہاجر و انصار تھے ان کی جانب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی نسبت کرنا رافضیوں کا شیوہ ہے۔ تحفۃ اشاعرہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے رافضیوں کے وہ طعن نقل کیے ہیں جو وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کرتے ہیں، ان میں دسواں طعن یہ ہے کہ ”تمام صحابہ ان کے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے) قتل پر راضی تھے“، اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہ ایسا صریح جھوٹ اور بہتان ہے کہ جو بچوں پر بھی مخفی نہیں“۔ (۶۱)

ساکنان مکہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اور آپ کا قتل حجاج بن یوسف سفقی نے کیا جو شام کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی درخواست اور طلب پر وہاں تشریف لے گئے تھے اور اہل مکہ نے اس وقت از روئے مشورہ اور مصلحت کوفہ جانے سے روکا تھا ہر عام و خاص ان واقعات کو جانتا ہے مگر ان ظاہری و باطنی اندھے حرمین شریفین کی عظمت و بزرگی کے شامت انکار کے باعث اس راہ پر لگا دیا۔ حرمین شریفین کی بزرگی و عظمت کے منکرین، ساکنین حرمین کے دشمن، چھوٹے، جاہل، باطل پرست، بدعتی، دین میں تحریف کرنے والے، مسلمانوں کے سواد اعظم کی تکفیر کرنے والے، قرآن و حدیث کے مقابل ایک نیاندھب گڑھنے والے ہر گز دین محمدی کے عالم نہیں بلکہ دین محمدی کے دشمن اور شریعت احمدی کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

سبحان اللہ تعجب کا مقام ہے کہ کفار نے حضور ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تو بھی اس کی بزرگی میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا بلکہ اسی زمانے میں کعبہ کو اعلیٰ درجہ کی بزرگی یہ حاصل ہوئی کہ اسے قبلہ

بنا دیا گیا، اللہ رب العالمین کی طرف سے اکثر آیات کا نزول اسی زمانے میں ہوا، عین اسی زمانے میں کعبہ شریف کی فضیلت و بزرگی پر حضور سید المرسلین کے پاکیزہ ارشادات ظاہر ہوئے۔ دین میں فساد برپا کرنے والے لٹھدین نے خانہ کعبہ کو بزرگی سے معزول کر دیا ایسے لوگوں کی گمراہی پر ہر زمانہ کے ائمہ کرام اور اہل حل و عقد کا اتفاق ہے اور چاروں مذاہب کے افتاء و قضا کی رو سے ان لوگوں کی گمراہی پر مسلمانوں کے سوا داعظم خیر الامم کا اجماع ہے۔

خلاصہ علام۔ اب جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ باتوں کا قائل اہل سنت و جماعت کا مخالف اور جماعت اہل سنت سے خارج ہے اور فرق باطلہ جیسے خوارج، روافض وغیرہ اہل بدعت کے فرقوں میں داخل ہے اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا کسی خارجی یا کسی رافضی کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مثل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ
فضل الرسول

اھب اللہ علیہ قبول القبول

اصل فتویٰ پر جن معتبر و معتمد علما کے دستخط اور مہر میں ثبت ہیں ان کے اسمائے گرامی یہاں نقل کیے جاتے ہیں تاکہ عام مومنین اور دین متین کے متبعین کے واسطے جواب کی حقیقت و درستگی ظاہر ہو جائے۔

۱۔ جناب مولانا مفتی محمد صدر الدین صاحب صدر الصدور شہر شاہجہاں بادام اجلاہ

۲۔ جناب مولانا مولوی سید محمد صاحب مدرس مدرسہ عربیہ دہلی دام فیوضہ

۳۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب

۴۔ جناب مولوی محمد مظہر صاحب

۵۔ جناب مولوی محمد عمر صاحب

۶۔ جناب مولوی کریم اللہ صاحب

۷۔ مولوی محمد فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد

۸۔ حکیم محمد امام الدین خاں صاحب

۹۔ جناب حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب

۱۰۔ قاضی احمد الدین صاحب

۱۱۔ قاضی محمد علی صاحب

۱۲۔ مولوی محمد عزیز الدین صاحب

۱۳۔ مولوی تفضل حسین خاں صاحب نواسہ حضرت مولوی رشید الدین خاں صاحب مرحوم

۱۴۔ سید بشیر علی صاحب امر وہوی

۱۵۔ جناب مولوی حیدر علی صاحب مصنف منتہی الکلام

یقیناً وہابیہ کے واعظین نے اپنا قدم دائرہ اہل سنت و جماعت سے نکال کر وادی اعتزال و
رفض و خروج میں رکھا ہے اور کیا اچھا یہ کہا گیا ہے کہ واعظ شہر کو کبھی لوگ اپنا بادشاہ جانتے ہیں اور
ہمارا قول یہ ہے کہ وہ آدمی بھی نہیں ہے محمد اللہ مذہب حق میں ابھی ایسے علما ہیں جو احقاق حق میں
مشغول ہیں

حیدر علی عفی عنہ

۱۶۔ مولانا ولد ار بخش صاحب

جواب کی حقیقت اظہر من الشمس ہے اور ہمیشہ سے یہی مشرق و مغرب میں اہل سنت و
جماعت کا مذہب ہے۔

ولد ار بخش عفی عنہ

۱۷۔ مولانا حسن الزماں صاحب

تمام جواب صحیح و درست ہیں اور اس کے منکرین ذلیل و خوار مردود الخطاب اور عتاب کے
مستحق ہیں۔

حررہ العبد المفتاق الی رحمۃ اللہ الصمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی ترجمہ و تخریج، تحقیق: مولانا اسیدالحق قادری

۲۔ عقیدہ شفاعت کتاب و سنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی تسہیل و تخریج: مولانا اسیدالحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی ترجمہ و تخریج: مولانا اسیدالحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبدالقادر قادری بدایونی ترجمہ: مولانا اسیدالحق قادری

۵۔ طوابع الانوار (تذکرہ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی تسہیل و ترتیب: مولانا اسیدالحق قادری

۶۔ مردے سنتی ہیں

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی، ترتیب و تخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی ترتیب و تخریج: صاحبزادہ مولانا عطیہ قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی ترتیب و تقدیم: مولانا اسیدالحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی ترتیب و تخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبدالماجد قادری بدایونی، ترتیب و تخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی ترتیب و تقدیم: مولانا اسیدالحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی ترتیب و تقدیم: مولانا اسیدالحق قادری

۱۳۔ عقائد اہل سنت

مولانا محمد عبدالخالق قادری بدایونی تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ دعوت عمل مولانا محمد عبدالخالق قادری بدایونی

۱۵۔ احکام قبور

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی تخریج و تحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ ریاض الخرات

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ تذکار محبوب

(تذکرہ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)

مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ مدینے میں (مجموعہ کلام) تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی

پروفیسر محمد ایوب قادری، تقدیم و ترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۲۰۔ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسید الحق قادری

۲۱۔ حدیث افترا و امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسید الحق قادری

۲۲۔ احادیث قدسیہ مولانا اسید الحق قادری

۲۳۔ تذکرہ ماجد مولانا اسید الحق قادری

۲۴۔ عقیدہ شفاعت (ہندی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ عقیدہ شفاعت (گجراتی) سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ دعوت عمل (گجراتی) مولانا عبدالخالق قادری بدایونی

۲۷۔ احکام قبور (تمل) مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ معراج تغیل (ہندی) (مجموعہ نعت و مناقب)

تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ میرت مصطفیٰ (واللہ اعلم) کی جھلکیاں (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۱۔ پیغمبر اسلام کامہان و یکتو (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی

عنقریب منظر عام پر آنے والی کتابیں

سیف الجبار

سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی

ترتیب و تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

المقامة البغدادية (عربی دیوان)

مولانا فیض احمد قادری بدایونی

الدرر السنية

شیخ احمد بن زینی دحلان کی

ترجمہ: مفتی حبیب الرحمن قادری بدایونی

نگارشات محب احمد

علامہ محب احمد قادری بدایونی

ترتیب و تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

احوال ومقامات

مولانا محمد عبدالہادی قادری بدایونی

ترتیب و تلخیص: مولانا اسید الحق قادری